جلد ۱۴ اگست ۱۹۶۷ء شمارہ ۲

ماہنامہ میثاق لاہور

★

زیر سرپرستی

مولانا امین احسن اصلاحی

★

مدیر مسئول

اسرار احمد

★

یکے از مطبوعات

دار الاشاعت الاسلامیہ

امرت روڈ ، کرشن نگر ، لاہور - ۱

قیمت فی پرچہ ۷۵ پیسے

قواعد و ضوابط

✱

✱ ''میثاق'' ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک سپرد ڈاک کیا جاتا ہے۔

✱ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع زیادہ سے زیادہ بیس تاریخ تک دفتر کو موصول ہوجانی چاہئے ورنہ دوبارہ پرچہ ارسال نہیں کیا جا سکے گا۔

✱

✱ ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں پر دی جاتی ہے۔

✱ پرچہ صرف بذریعہ وی پی پی ارسال ہوگا۔

✱ کمیشن ۲۵ فی صد — محصولڈاک بذمہ میثاق۔

✱

ہندوستانی خریدار

مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک جگہ رقوم ارسال کرکے ہمیں مطلع فرماویں:

۱ - دفتر ماہنامہ الفرقان، کچہری روڈ، لکھنؤ

۲ - دائرۂ حمیدیہ، سرائے میر، اعظم گڑھ

✱

قیمت فی پرچہ ۷۵ پیسے
سالانہ زرمبادلہ ساڑھے سات روپے
مشرق پاکستان سے بذریعہ ہوائی ڈاک پندرہ روپے

اس جگہ سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ اس/گذشتہ شمارے کے ساتھ آپ کا زرمبادلہ ختم ہوچکا ہے — آئندہ کے لئے

✱ سالانہ زرمبادلہ مبلغ ساڑھے سات روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں — یا

★ اگر آپ کسی وجہ سے خریداری جاری رکھنا نہ چاہیں تو ہمیں مطلع فرمادیں ——— ورنہ

★ آئندہ شمارہ آپ کو سالانہ زرمبادلہ اور محصولڈاک کی مالیت کا وی پی ارسال ہوگا اور اس کو وصول کرنے کے آپ اخلاقاً ذمہ دار ہوں گے۔

محی الدین پبلشر نے باہتمام محمد طفیل مالک نقوش پریس اردو بازار لاہور سے چھپوا کر دارالاشاعت الاسلامیہ، امرت روڈ، کرشن نگر، لاہور-۱ سے شائع کیا۔

وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۃ

زیر سرپرستی
مولانا امین احسن اصلاحی

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
اسرار احمد

شمارہ ۲	اگست ۱۹۶۷ء	جلد ۱۴

فہرست

• تذکرہ و تبصرہ ——— اسرار احمد ۲

• توضیح قرارداد ——— مجلس مشاورت ۵

• تدبر قرآن ——— مولانا امین احسن اصلاحی

تفسیر سورۂ نساء .... (۶) ۱۷

• مقالات ——— ۳۸

اسلامی تصوف ...... پروفیسر یوسف سلیم چشتی

• رسید کتب ——— ع د ۵۳

جملہ خط و کتابت اور ترسیل زر کے لئے پتہ

دار الاشاعت الاسلامیہ، امرت روڈ کرشن نگر، لاہور ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ و تبصرہ

اعلان کے مطابق زیرِ نظر شمارہ اگست اور ستمبر کا مشترکہ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اگست کی اشاعت علیحدہ پیشِ خدمت ہے۔ اگرچہ بہت تاخیر سے، اور ستمبر اور اکتوبر کی یکجا اشاعت یکم اکتوبر کو شائع ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

"میثاق" کی اشاعت میں تاخیر اور بے قاعدگی دو تین ماہ سے مسلسل چلی آرہی ہے۔ اس صورتِ حال کی اصل ذمہ داری تو ظاہر ہے کہ راقم الحروف ہی پر ہے جس کے لئے وہ قارئین "میثاق" سے معذرت خواہ ہے ——— لیکن تھوڑی سی ذمہ داری احباب پر بھی ہے اور بزرگوں پر بھی، احباب پر اس اعتبار سے کہ 'میثاق' کے حلقۂ اشاعت کی توسیع کی ان کی جانب سے کوئی سعی نہیں ہوئی نتیجۃً اس کا خسارہ رفتہ رفتہ ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے اور بزرگوں پر اس اعتبار سے کہ ان کا قلمی تعاون 'میثاق' کو حاصل نہیں ہو رہا نتیجۃً اس کے معیار کو برقرار نہیں رکھا جا سکا ——— مالی مشکلات اور معیاری مواد کی کمی کا ایک اثر لامحالہ اشاعت کی باقاعدگی پر بھی پڑتا ہے ——— آئندہ جہاں راقم الحروف اپنی طرف سے مزید سعی اور کوشش کا وعدہ کرتا ہے وہاں احباب اور بزرگوں کو بھی اپنے اپنے حصے کے کاموں کے جانب متوجہ کرنے میں حق بجانب ہے۔

گذشتہ شمارے میں مخدومی پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب کا جو مضمون "تصوف کی حقیقت" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس پر 'میثاق' کے حلقے میں ایک عام ناپسندیدگی کا اظہار ہوا ہے۔ اس ضمن میں متعین مقامات پر اعتراضات کے علاوہ ایک عام بات جو کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں استدلال کی پوری عمارت بعض صوفی منش شعراء کے کلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات کے سہارے کھڑی کی گئی ہے حالانکہ ایک ایسی چیز جسے دین و مذہب کی 'روح' قرار دیا جائے۔ اس پر سارا کلام کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر ہونا چاہیئے خصوصاً جبکہ 'میثاق' کا ماضی اور اس کی مستقل روایت بھی یہی رہی ہے کہ اس میں ہر چیز انہی دو کسوٹیوں پر پرکھ کر پیش کی جاتی رہی ہے!

ہمارے نزدیک یہ اعتراض اگرچہ بجا
ہے کہ شائع شدہ مضمون کی حیثیت ایک
موضوع زیرِ بحث کی ہمہ گیریت و عالمگیریت
صاحب کی کتاب کا ایک دوسرا باب شائع کیا
کرتا ہے۔ یہ باب چونکہ پورے کا پورا کتاب اللہ
پر لکھا گیا ہے لہٰذا اس پر یہ اعتراض وارد نہیں
صرف یہ کہ اسے پسند کیا جائے گا بلکہ گذشتہ
——— رہا تصوف کی حقیقت کے بعض ایسے
ہے تو ان کے ضمن میں مفصل گفتگو کا یہ موقع
تصوف کی حمایت اور مخالفت میں ہمارے
کانعین بجائے خود ایک اہم کام ہے لہٰذا اگر
مستقل تنقید لکھیں تو یہ ایک اہم خدمت
اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ پروفیسر
رائے بھی یہی قائم ہوئی کہ اس میں بعض مقا
سے غلط فہمی کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔

"تدبرِ قرآن" کی جلدِ اول کی اشاعت کا اعلا
اس طرح اب تک اس اعلان پر تقریباً سوا سال
سے جو ذاتی دلچسپی ہے وہ قارئینِ "میثاق" سے مخفی
تصحیح کے مراحل طول پکڑتے ہی چلے گئے ———
سنانے کے قابل ہو گئے ہیں کہ اس کی طباعت
سے زیادہ ستمبر کے آخر تک طباعت اور جلد
تو دیر یا سویر جیسے بھی بن پڑا انشاءاللہ طباعت
کا مسئلہ تو یہ اس کتاب کے قدر دانوں کی ذمہ
کیسے عمدہ برآ ہوتے ہیں ——— یہ جلد جس میں مقد

...ن الرحیم

...مرہ

...کا مشترکہ ہونا چاہیئے تھا لیکن بعض وجوہات
...ے۔ اگرچہ بہت تاخیر سے، اور ستمبر اور اکتوبر کی
...

...و تین ماہ سے مسلسل چلی آرہی ہے اس
...ف ہی پر ہے جس کے لئے وہ قارئین میثاق
...داری احباب پر بھی ہے اور بزرگوں پر بھی،
...ت کی توسیع کی ان کی جانب سے کوئی سعی
...ت ہوتا جارہا ہے اور بزرگوں پر اس اعتبار
...تاً اس کے معیار کو برقرار نہیں رکھا جا سکا۔۔۔
...عت کی باقاعدگی پر بھی پڑتا ہے ۔۔۔
...شش کا وعدہ کرتا ہے وہاں احباب اور
...متوجہ کرنے میں حق بجانب ہے۔

...م چشتی صاحب کا جو مضمون "تصوف کی حقیقت"
...ں ایک عام ناپسندیدگی کا اظہار ہوا ہے۔ اس
...ت عام بات جو کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس
...کے کلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات
...جیسے دین و مذہب کی روح قرار دیا جائے۔
...للہ علیہ وسلم کی بنیاد پر ہونا چاہیئے۔ خصوصاً
...ہی ... میں ہر چیز انہی دو کسوٹیوں

ہمارے نزدیک یہ اعتراض اگرچہ بجائے خود بہت وزنی ہے تاہم پیدا صرف اس لئے ہوا ہے کہ شائع شدہ مضمون کی حیثیت ایک کتاب کے محض 'مقدمے' کی ہے۔ جس میں اصل زور صرف موضوعِ زیرِ بحث کی ہمہ گیریت و عالمگیریت ظاہر کرنے پر دیا گیا ہے۔ پیشِ نظر شمارے میں پروفیسر صاحب کی کتاب کا ایک دوسرا باب شائع کیا جارہا ہے جو خاص طور پر اسلامی تصوف سے بحث کرتا ہے۔ یہ باب چونکہ پورے کا پورا کتاب اللہ اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی محکم اساسات پر لکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا اور امید ہے کہ 'میثاق' کے حلقے میں بالعموم نہ صرف یہ کہ اسے پسند کیا جائے گا بلکہ گذشتہ مضمون سے پیدا شدہ انقباض بھی کسی قدر کم ہو جائے گا ۔۔۔ رہا 'تصوف کی حقیقت' کے بعض ایسے متعین مقامات کا معاملہ جن پر بطورِ خاص گرفت کی گئی ہے تو ان کے ضمن میں مفصل گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے ۔۔۔ تاہم اس افراط و تفریط کے پیشِ نظر جو تصوف کی حمایت اور مخالفت میں ہمارے دینی حلقوں میں پائی جاتی ہے اس مسئلے میں مقامِ عدل کا تعین بجائے خود ایک اہم کام ہے لہٰذا اگر کوئی بزرگ پروفیسر صاحب کے اس مضمون پر مفصل اور مستقل تنقید لکھیں تو یہ ایک اہم خدمت ہو گی اور 'میثاق' اسے بخوشی دلشکریہ شائع کرے گا۔ اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ پروفیسر صاحب کے مضمون کو دوبارہ بالاستیعاب دیکھنے پر ہماری رائے بھی یہی قائم ہوئی کہ اس میں بعض مقامات پر کچھ اجمال کی بنا پر اور کچھ غیر محتاط الفاظ کے استعمال سے غلط فہمی کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔

'تدبر قرآن' کی جلد اول کی اشاعت کا اعلان گذشتہ سال جولائی کے شمارے میں کیا گیا تھا۔ اس طرح اب تک اس اعلان پر تقریباً سوا سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ راقم الحروف کو اس کی اشاعت سے جو ذاتی دلچسپی ہے وہ قارئین "میثاق" سے مخفی نہیں ہے۔ اس کے باوجود کتابت اور کاپیوں کی تصحیح کے مراحل طول پکڑتے ہی چلے گئے ۔۔۔ تاہم بحمد اللہ آج ہم 'تدبر قرآن' کے قدر دانوں کو یہ مژدہ سنانے کے قابل ہو گئے ہیں کہ اس کی طباعت کا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ اور ان شاء اللہ العزیز زیادہ سے زیادہ ستمبر کے آخر تک طباعت اور جلد بندی کے جملہ مراحل تکمیل کو پہنچ جائیں گے ۔۔۔ راقم الحروف تو دیر یا سویر جیسے بھی بن پڑا ان شاء اللہ طباعت کے فرض سے سبکدوش ہو ہی جائے گا۔ رہا اشاعت کا مسئلہ تو یہ اس کتاب کے قدر دانوں کی ذمہ داری ہے! ۔۔۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے کیسے عہدہ برا ہوتے ہیں ۔۔۔ یہ جلد جس میں مقدمے کے علاوہ تفاسیر آیۂ بسم اللہ، سورۂ فاتحہ،

سورۂ بقرہ اور سورہ آلِ عمران شامل ہیں، ۲۹×۲۲ سائز کے ۸۰۸ صفحات پر مشتمل ہوگی
کاغذ سفید استعمال ہورہا ہے جو اللہ تعالٰے کے خصوصی فضل و کرم سے اتفاقاً بہت عمدہ اور
دبیز قسم کا دستیاب ہوگیا ہے۔ آفسٹ کی کتابت اور طباعت دونوں ہی بحمداللہ بہت عمدہ
نفیس اور دیدہ زیب ہیں۔ ان سب پر مستزاد ایک انتہائی مضبوط اور پائیدار چرمی جلد بندی ہونے
کا ارادہ ہے تاکہ کتاب مدت مدید تک محفوظ رہ سکے ـــــ انڈکس کی تیاری چونکہ بہت وقت
طلب ہے اور اس میں مزید تاخیر کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا مولانا اصلاحی صاحب کے مشورے سے
فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر جلد کے ساتھ صرف فہرست دی جائے ـــــ اور انڈکس پورے قرآن
مجید کی تفسیر مکمل ہونے تک موخر کر دیا جائے۔ اس جلد کی فہرست آخر میں شامل کی جائے گی
اور اس کے صفحات ۸۰۸ کے علاوہ ہوں گے۔ قارئین میثاق سے استدعا ہے کہ وہ بقیہ مراحل
کے حسن و خوبی اور بسرعت تکمیل کے لئے اللہ تعالٰے سے دعا فرمائیں۔

ایک جدید اجتماعیت کی تشکیل کے سلسلے میں مولانا عبدالغفار حسن صاحب اور شیخ سلطان احمد
صاحب کی جن مساعیِ جمیلہ کا ہم نے گذشتہ ماہ تذکرہ کیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کے سلسلے میں ایک قدم
اور اٹھایا جا چکا ہے ـــ چنانچہ پچھلے دنوں لاہور میں بعض رفقاء جمع ہوئے اور ایک نئی تنظیم کے قیام
کے جملہ مراحل کی تکمیل کے لئے ایک مجلس مشاورت تشکیل پاگئی۔ اس مجلس کی جانب سے اس قرارداد
کی ایک مختصر تشریح اس شمارے میں شائع کی جارہی ہے جس میں مجوزہ اجتماعیت کے اغراض و مقاصد
اور طریق کار کو مجملاً بیان کیا گیا ہے ـــــ ہمیں امید ہے کہ قرارداد کی اس توضیح سے پیشِ نظر کام کے تمام
گوشے واضح ہو جائیں گے اور رفقاء پوری ذہنی یکسوئی کے ساتھ نئی تنظیم میں شریک ہو سکیں گے۔
اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ ہمارے سینوں کو حق کے لئے کھول دے اور تعطل و جمود کی اس کیفیت کو
ختم کر دے جس میں ہم میں سے اکثر ایک عرصے سے مبتلا ہو چکے ہیں تاکہ ہم اپنی جملہ دینی ذمہ داریوں
سے عہدہ برآ ہو سکیں اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکیں ـــــ!

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا
الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ آمین

*

مجلس مشاورت

توضیح

"میثاق" کے گذشتہ شمارے سے
اجتماعیت کی تشکیل کے لئے ابتدائی اقدامات
شیخ صاحب موصوف نے اپنی نجی مصروفیتو
کے رفقاء کے ساتھ ربط قائم کیا۔ چنانچہ ابت
بنیادی امور پر اتفاق رائے کا اظہار کیا، پھر ایک
اور جوں جوں یہ سلسلہ آگے بڑھا یہ بات واض
رفقاء کی ایک بڑی اکثریت کے نقطہ نظر اور ط
اتنی یکسانی و یکرنگی موجود ہے کہ وہ ایک نظم
اس درجہ حوصلہ افزا پانے کے بعد ایک طرف
پس منظر کے ساتھ شائع کر دیں ـــ اور دوسری
کی تکمیل کے لئے ایک "مجلس مشاورت" کا
چونکہ قرارداد انتہائی مجمل ہے اور ہو سکتا ہے ک
دشواری محسوس ہو۔ لہٰذا اس کی ایک مختصر ت
ابہام باقی نہ رہے اور یہ بات ایک حد تک وا
گیا ہے ـــ اور ان کے حصول و تکمیل کے لئے
مذکورہ بالا قرارداد اگرچہ گذشتہ "میثاق"
کا مکمل متن درج ذیل کیا جارہا ہے۔

بسم ا

"ہم اس امر پہ اللہ تعالٰے
موانع کو دور فرمایا اور حالات کو اس

مجلس مشاورت

توضیحِ قرارداد

"میثاق" کے گذشتہ شمارے سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ چند رفقاء نے ایک جدید اجتماعیت کی تشکیل کے لئے ابتدائی اقدامات کی ذمہ داری شیخ سلطان احمد صاحب پر ڈالی تھی — شیخ صاحب موصوف نے اپنی نجی مصروفیتوں کے باوجود پوری تندہی کے ساتھ مختلف مقامات کے رفقاء کے ساتھ ربط قائم کیا، چنانچہ ابتداءً چند رفقاء نے ایک قرارداد کی صورت میں بعض بنیادی امور پر اتفاق رائے کا اظہار کیا، پھر ایک وسیع تر حلقے میں ان امور پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا اور جوں جوں یہ سلسلہ آگے بڑھا یہ بات واضح ہوتی چلی گئی کہ بعض فروعی اختلافات سے قطع نظر رفقاء کی ایک بڑی اکثریت کے نقطۂ نظر اور طرزِ فکر میں ایک طویل عرصے کے بُعد وانقطاع کے باوجود اتنی یکسانی و یکرنگی موجود ہے کہ وہ ایک نظم میں منسلک ہو کر دین کی خدمت کر سکتے ہیں۔ حالات کو اس درجہ حوصلہ افزا پانے کے بعد ایک طرف مدیرِ "میثاق" کو اجازت دی گئی کہ وہ اس قرارداد کو مختصر پس منظر کے ساتھ شائع کر دیں — اور دوسری طرف آئندہ ایک باقاعدہ نظم کے قیام تک تمام مراحل کی تکمیل کے لئے ایک "مجلس مشاورت" کا قیام عمل میں لایا گیا — اور ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ قرارداد انتہائی مجمل ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے منشا و مفہوم کے تعین میں کچھ لوگوں کو دقت و دشواری محسوس ہو۔ لہٰذا اس کی ایک مختصر تشریح مجلس کی جانب سے شائع کر دی جائے تاکہ ابہام باقی نہ رہے اور یہ بات ایک حد تک واضح ہو جائے کہ پیشِ نظر اجتماعیت کے اغراض و مقاصد کیا ہیں — اور ان کے حصول و تکمیل کے لئے کون سا طریق کار اختیار کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا قرارداد اگرچہ گذشتہ "میثاق" میں شائع ہو چکی ہے تاہم فوری مراجعت کے لئے اس کا مکمل متن درج ذیل کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ہم اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری راہ کے موانع کو دور فرمایا اور حالات کو اس طرح سازگار فرمایا کہ ہم ایک بار پھر ایک

دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے ایک مقام پر جمع ہو سکے۔

ہمارے نزدیک یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور انعام و احسان ہے کہ گفت و شنید کے نتیجہ میں ہم نے محسوس کیا کہ بحمد اللہ ہمارے نقطۂ نظر اور طرزِ فکر میں بہت حد تک یکسانی و یک رنگی موجود ہے اور ہم دین کی کسی چھوٹی یا بڑی خدمت کے لئے جمع ہو کر سعی و جہد کر سکتے ہیں۔

بنا بریں ہم یہ طے کرتے ہیں کہ ایک ایسی اجتماعیت کا قیام عمل میں لایا جائے جو دین کی جانب سے عائد کردہ جملہ انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے میں ہماری مدد و معاون ہو جس میں وہ لوگ بھی شریک ہو سکیں جو اپنی ذمہ داریاں کی ادائیگی کے لئے جماعت اسلامی میں شامل ہوئے تھے لیکن پھر مختلف مراحل پر اس سے مایوس ہو کر علیحدہ ہوتے چلے گئے اور اب کسی ہیئتِ اجتماعی میں منسلک نہ ہونے کی بنا پر تشنگی محسوس کر رہے ہیں ۔۔۔ اور وہ لوگ بھی شریک ہو سکیں جنہیں اپنے دینی فرائض کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے کسی اجتماعی نظم میں منسلک ہونا چاہیں۔

ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اسی کی اخلاقی و روحانی تکمیل اور فلاح و نجات دین کا اصل موضوع ہے اور پیشِ نظر اجتماعیت اصلاً اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے۔

لہٰذا پیشِ نظر اجتماعیت کی نوعیت ایسی ہونی چاہئے کہ اس میں فرد کی دینی اور اخلاقی تربیت کا کماحقہ لحاظ رکھا جائے اور اسے محض کسی اجتماعی انقلاب کے لئے آلۂ کار کی حیثیت نہ دے دی جائے۔ لہٰذا ناگزیر ہوگا کہ پیشِ نظر اجتماعیت میں اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے کہ اس کے تمام شرکاء کار کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو۔ ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو۔ عبادات اور اتباعِ سنت سے ان کا شغف اور ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے عملی زندگی میں حلال و حرام کے بارے میں ان کی حس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی بر تقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت و اشاعت اور اس کی

نصرت و اقامت کے لئے ان کا جذب...
لئے ذہنی اور علمی رہنمائی کے ساتھ...
کی جانب خصوصی توجہ ناگزیر ہے۔
دعوت کے ضمن میں ہمارے نز...
فالاقرب" کی تدریج ضروری ہے لہٰ...
کنبہ اور خاندان اور پھر تدریجاً" ماحول...
نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کا خصو...
"شہادتِ حق علی الناس" کی جو...
عائد ہوتی ہے۔ اس کے ضمن میں ہمار...
دورِ جدید کے گمراہ کن افکار و نظریات...
انسانی کے مختلف پہلوؤں کے لئے ق...
کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے...
مندرجہ بالا رہنما اصولوں کی رو...
ایک ہیئتِ اجتماعی کی تشکیل کے لئے...
ہم خیال لوگوں سے رابطہ قائم کیا جا...
کی جائے کہ ایسے لوگ ایک جگہ جمع...
صورت اختیار کر لیں۔
اس کام کی انجام دہی کے لئے...
مامور کیا جاتا ہے۔"

قرارداد کی تشریح و توضیح سے قبل اس...
کسی طے شدہ قانونی تعبیر کی نہیں ہے بلکہ اس...
ابتدائی مجوزین کے ذہنوں میں آئندہ کام کا جو ن...
آجائے اور اس کی بنیاد دین کے جن مسلمات پر قائم...
مجموعی اس کے مفہوم کی تعیین آسان ہو جائے...
جائے جس میں کسی ترمیم یا اضافے کا امکان نہ ہو۔

نصرت و اقامت کے لئے ان کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے — ان تمام امور کے لئے ذہنی اور علمی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عملی تربیت اور تاثیر صحبت کے اہتمام کی جانب خصوصی توجہ ناگزیر ہے۔

دعوت کے ضمن میں ہمارے نزدیک "الدین النصیحۃ" کی روح اور "الاقرب فالاقرب" کی تدریج ضروری ہے لہٰذا دعوت و اصلاح کے عمل کو فرد سے اولاً کنبہ اور خاندان اور پھر تدریجاً ماحول کی جانب بڑھنا چاہئے۔ اس ضمن میں نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام ناگزیر ہے۔

"شہادتِ حق علی الناس" کی جو ذمہ داری اُمت مسلمہ پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے، اس کے ضمن میں ہمارے نزدیک اہم ترین کام یہ ہے کہ دورِ جدید کے گمراہ کن افکار و نظریات کا مدلل ابطال کیا جائے اور حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کے لئے قرآن حکیم اور دین متین کی ہدایت و رہنمائی کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔

مندرجہ بالا رہنما اصولوں کی روشنی میں تفصیلی نقشہ کار کی تعیین اور ایک ہیئتِ اجتماعی کی تشکیل کے لئے طے کیا جاتا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم خیال لوگوں سے رابطہ قائم کیا جائے اور پھر کوئی ایسی صورت اختیار کی جائے کہ ایسے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کسی اجتماعیت کے قیام کی عملی صورت اختیار کریں۔

اس کام کی انجام دہی کے لئے فی الحال (شیخ) سلطان احمد (صاحب) کو مامور کیا جاتا ہے۔"

قرارداد کی تشریح و توضیح سے قبل اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس کی حیثیت کسی طے شدہ قانونی تعبیر کی نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اس قدر ہے کہ مجوزہ تنظیم کے ابتدائی مجوزین کے ذہنوں میں آئندہ کام کا جو نقشہ ہے اس کا بھی ایک دھندلا سا خاکہ سامنے آجائے اور اس کی بنیاد دین کے جن مسلمات پر قائم ہے ان کا بھی اجمالی تذکرہ ہو جائے تاکہ بحیثیت مجموعی اس کے مفہوم کی تعیین آسان ہو جائے — اسے ہرگز قرارداد کی ایسی جامع و مانع تعبیر نہ سمجھا جائے جس میں کسی ترمیم یا اضافے کا امکان نہ ہو۔

...ے مقام پر جمع ہو سکے۔
...صوصی فضل و کرم اور انعام و احسان
...وس کیا کہ بحمداللہ ہمارے نقطہ نظر اور
...ی موجود ہے اور ہم دین کی کسی چھوٹی
...کر سکتے ہیں۔
...ی اجتماعیت کا قیام عمل میں لایا جائے
...و اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے
...ے بھی شریک ہو سکیں جو اپنی ذمہ داریاں
...س ہوئے تھے لیکن پھر مختلف مراحل پر
...گئے اور اب کسی ہیئتِ اجتماعی میں
...ہے ہیں — اور وہ لوگ بھی شریک
...ں ہو جائے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کی
...ے ہونا چاہیں۔
...ہے۔ اسی کی اخلاقی و روحانی تکمیل اور
...ور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لئے
...العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول

...ہی ہونی چاہئے کہ اس میں فرد کی دینی
...ے اور اسے محض کسی اجتماعی انقلاب
...ے۔ لہٰذا ناگزیر ہوگا کہ پیش نظر اجتماعیت
...کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا
...تا رہے۔ ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر

...ف اور ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے
...ان کی حس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ
...ین کی دعوت و اشاعت اور اس کی

اس قرارداد کا اولین حصہ اس جدید اجتماعیت کے پس منظر کو واضح کرتا ہے۔ اگرچہ مستقبل میں یہ اجتماعیت ہرگز صرف ان لوگوں تک محدود نہ رہے گی جن کا ماضی میں جماعت اسلامی کے ساتھ باقاعدہ رکنیت یا گہری ہمدردی اور ذہنی وقلبی لگاؤ کا تعلق رہا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز اس کی رگوں میں بالکل نیا خون دوڑے گا ۔۔۔ چنانچہ قرارداد میں اس کی تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ "اور وہ لوگ بھی (پیش نظر اجتماعیت میں) شریک ہو سکیں جنہیں اپنے دینی فرائض کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے کسی اجتماعی نظم میں منسلک ہونا چاہیں"۔ تاہم اس وقت صورتِ واقعہ یہی ہے کہ پیشِ نظر اجتماعیت کے قیام کی تحریک و تجویز بھی ایسے ہی لوگوں کے جانب سے ہے جن کا تعلق ماضی میں جماعت اسلامی کے ساتھ رہا ہے "اور جو ... اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے جماعت اسلامی میں شامل ہوئے تھے لیکن پھر مختلف مراحل پر اس سے مایوس ہو کر علیحدہ ہوتے چلے گئے اور اب کسی ہیئت اجتماعی میں منسلک نہ ہونے کی بنا پر تشنگی محسوس کر رہے ہیں ..." اور ایسے ہی لوگ پیش نظر گذارشات کے اولین مخاطب بھی ہیں۔

قرارداد میں جن امور کی وضاحت کی گئی ہے ان میں اولین اور اہم ترین امر یہ ہے کہ "ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے اسی کی اخلاقی اور روحانی تکمیل اور فلاح و نجات دین کا اصل موضوع ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے"۔۔۔ اس تصریح کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ماضی میں ہم جس دینی جماعت میں شامل رہے ہیں اس نے مسلمانوں کو ان کی یہ ذمہ داری تو بالکل ٹھیک یاد کرائی کہ جس دین کے وہ مدعی ہیں اسے دنیا میں عملاً قائم کرنے کی سعی و جہد بھی ان پر فرض ہے اور کہ دین محض ذاتی عقائد اور کچھ مراسم عبودیت یعنی انسان اور رب کے مابین پرائیویٹ تعلق کا نام نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی کو اپنے احاطے میں لینا چاہتا ہے لیکن ان امور پر اس قدر زور دیا گیا کہ اس کے متوسلین کی ایک عظیم اکثریت محض انقلابی کارکن بن کر رہ گئی اور بندے اور رب کے مابین تعلق کی اہمیت اور کارکنوں کی اپنی علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی نظرانداز ہوتی چلی گئی ۔۔۔ آئندہ جو کام پیش نظر ہے اس کے اصول و مبادی میں یہ نکتہ بہت زیادہ قابل لحاظ رہے گا کہ ایک مسلمان کا اصل نصب العین صرف نجات اخروی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے اور اس کے لئے اسے اصل

زور اپنی سیرت کے تطہیر و تزکیے اور اپنی شخ
محبتِ خدا و رسولؐ میں اضافہ پر ہے اور ا
دین کی تائید و نصرت اور شہادت و اقامت
ایسی اجتماعی جد و جہد ہرگز جائز نہیں ہے جو افر
انہیں محض ایک دینوی انقلاب کے کارکر
میں اولین زور افراد کی دینی و اخلاقی تربیت
کر" ۔۔۔ اس کے تمام تر کام کے دینی جذبا
ہوتا رہے۔ ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو
ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے، عملی زندگی میں
اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ بھی بر تقویٰ
کی نصرت و اقامت کے لئے ان کا جذبہ تر
"دینی جذبات کے جلا کے لئے قرآن مجید
وعظ کا انعقاد، باہمی مذاکرہ آخرت اور مضامین مو
"علم میں مسلسل اضافے" کے لئے عربی زبان
حدیث نبویؐ کے باقاعدہ حلقہ ہائے درس کا قیام
کتب کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائیگا ۔۔۔
قدیم و جدید دونوں کے اثرات قلوب و اذہان سے محو ہو
شرکاء جماعت کے دینی جذبات کے
اور ان کی زندگیوں میں دینی تبدیلی عملاً پیدا ہو
ضرورت ہوگی کہ اس بات کی کڑی نگرانی کی جا
میں متناسب انداز میں ظہور پذیر ہو چنانچہ عب
دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں میں شغف اور دلچسپی متنا
کے انعقاد کے ضمن میں تو پابندی بھی ملحوظ رہے
کی پابندی گراں محسوس ہو اور نوافل سے سے خا
چلا جائے لیکن تزکیہ باطن کی طرف سے سے
پر دلائل تو ازبر ہوں لیکن خود اپنی زندگی میں ا

زور اپنی سیرت کے تطہیر و تزکیے اور اپنی شخصیت کی تعمیر و تکمیل پر دینا ہوگا جس سے تعلق مع اللہ اور محبت خدا اور رسولؐ میں اضافہ ہوتا رہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہوتا چلا جائے۔ دین کی تائید و نصرت اور شہادت و اقامت یقیناً فرائض دینی میں سے ہیں لیکن ان کیلئے کوئی ایسی اجتماعی جدوجہد ہرگز جائز نہیں ہے جو افراد کو ان کے اصل نصب العین سے غافل کر کے انہیں محض ایک دنیوی انقلاب کے کارکن بنا کر رکھ دے۔ — چنانچہ پیش نظر اجتماعیت میں اولین زور افراد کی دینی و اخلاقی تربیت پر دیا جائے گا۔ اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائیگا کہ — اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو، ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو، عبادات اور اتباع سنت سے ان کا شغف اور ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے، عملی زندگی میں حلال و حرام کے بارے میں ان کی حس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی بر تقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت و اشاعت اور اس کی نصرت و اقامت کے لئے ان کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے!"

"دینی جذبات کے جلا کے لئے قرآن مجید کی بلاناغہ تلاوت، سیرت نبویؐ اور سیر الصحابہؓ کا مطالعہ مجالس وعظ کا انعقاد، باہمی مذاکرۂ آخرت اور مضامین موعظت پر مشتمل آسان لٹریچر کی اشاعت پر زور دیا جائیگا۔

"علم میں مسلسل اضافے کے لئے عربی زبان کی تحصیل کی عام ترغیب اور اس کا اہتمام، قرآن حکیم اور حدیث نبویؐ کے باقاعدہ حلقہ ہائے درس کا قیام، اور جاہلیت قدیم و جدیدہ پر اسلام کے نقطۂ نظر سے تنقیدی کتب کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائیگا — مندرجہ بالا دونوں امور سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ جاہلیت قدیم و جدیدہ دونوں کے اثرات قلوب و اذہان سے محو ہوں، عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو اور صحیح اسلامی عقائد کی تخم ریزی و آبیاری ہو سکے۔

شرکاء جماعت کے دینی جذبات کے جلا اور علم میں اضافے کا براہ راست اثر عملی زندگی پر پڑے گا اور ان کی زندگیوں میں دینی تبدیلی عملاً پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن اس میدان میں اس امر کی شدید ضرورت ہوگی کہ اس بات کی کڑی نگرانی کی جاتے کہ یہ تبدیلی ہمہ جہتی ہو اور اعمال انسانی کے مختلف گوشوں میں متناسب انداز میں ظہور پذیر ہو چنانچہ عبادات میں ذوق و شوق، معاملات میں احتیاط و تقویٰ اور دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں میں شغف اور دلچسپی متناسب انداز میں بڑھے — یہ صورت حال کہ اجتماعات کے انعقاد کے ضمن میں تو پابندی بھی ملحوظ رہے اور جوش و خروش کا بھی مظاہرہ کیا جائے لیکن نماز باجماعت کی پابندی گراں محسوس ہو اور نوافل سرے سے خارج از بحث ہو جائیں۔ دین کی نصرت و حمایت کا جذبہ تو ترقی کرتا چلا جائے لیکن تزکیہ باطن کی طرف سرے سے کوئی توجہ ہی نہ دی جائے، یا سنت نبویؐ کی حجیت و اہمیت پر دلائل تو انبار ہوں لیکن خود اپنی زندگی میں اتباع نبویؐ کی جھلک نظر نہ آئے، نہ صرف یہ کہ افراد کے حق

[illegible] ت کے پس منظر کو واضح کرتا ہے۔ اگرچہ مستقبل میں [illegible] ہے گی جن کا ماضی میں جماعت اسلامی کے ساتھ [illegible] کا تعلق رہا ہے۔ اور انشاءاللہ العزیز اس کی [illegible] داد میں اس کی تصریح بھی کر دی گئی ہے کہ [illegible] ہو سکیں جنہیں اپنے دینی فرائض کا احساس [illegible] کسی اجتماعی نظم میں منسلک ہونا چاہیں"۔ [illegible] ظر اجتماعیت کے قیام کی تحریک و تجویز بھی ایسے [illegible] جماعت اسلامی کے ساتھ رہا ہے" اور جو... [illegible] میں شامل ہوئے تھے لیکن پھر مختلف [illegible] گئے اور اب کسی ہیئت اجتماعی میں منسلک [illegible] ..." اور ایسے ہی لوگ پیش نظر گذارشات کے

[illegible] ہے ان میں اولین اور اہم ترین امر یہ ہے کہ [illegible] کی اخلاقی اور روحانی تکمیل اور فلاح و نجات [illegible] ملاً ہی نے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس [illegible] حصول میں مدد دے۔ — اس تصریح کی ضرورت [illegible] ت شامل رہے ہیں اس نے مسلمانوں کو ان کی [illegible] دہ مدعی ہیں اسے دنیا میں عملاً قائم کرنے کی [illegible] ند اور کچھ مراسم عبودیت یعنی انسان اور رب [illegible] نسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی کو اپنے [illegible] دیا گیا کہ اس کے متوسلین کی ایک عظیم [illegible] اور رب کے باہمی تعلق کی اہمیت اور [illegible] از ہوتی چلی گئی۔ — آئندہ جو کام پیش نظر [illegible] ندہ قابل لحاظ رہے گا کہ ایک مسلمان کا اصل [illegible] کا حصول ہے اور اس کے لئے اسے اصل

میں سم قاتل ہے بلکہ خود اجتماعیت کے لئے بھی سخت مضر اور مہلک ہے ۔۔۔ لہٰذا اس امر کی کڑی نگرانی ضروری ہوگی کہ شرکاءِ جماعت میں عبادات سے شغف، اتباعِ سنت کا جذبہ، معاملات میں حلال و حرام کی حدود و قیود کی پابندی اور دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں سے دلچسپی توافق و تناسب کے ساتھ بڑھیں ۔۔۔ خصوصاً یہ احتیاط تو انتہائی لازمی ہوگی کہ پیشِ نظر اجتماعیت کے تنظیمی ڈھانچے میں جو لوگ آگے آئیں وہ تیزی، مستعدی اور نفاست و باقاعدگی سے کام کرنے کی صلاحیت کے اعتبار سے چاہے کسی قدر تہی دامن ہی ہوں عبادات اور اتباعِ سنت کے ذوق و شوق سے ہرگز تہی دست نہ ہوں ۔۔۔ شرکاءِ جماعت میں مندرجہ بالا تبدیلیاں ۔۔۔ یا بالفاظِ دیگر ان کے نفوس کا تزکیہ اور ان کی شخصیت کی دینی تعمیر کے لئے جہاں ذہنی و علمی رہنمائی اور فکری تربیت لازمی و لابدی ہیں وہاں عملی تربیت اور تاثیرِ صحبت کا مؤثر اہتمام بھی ضروری و ناگزیر ہے۔ اس غرض کے لئے مختلف مقامات پر تربیت گاہوں کا سلسلہ بھی شروع کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک ایسی مرکزی تربیت گاہ کا قیام بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے جس میں مختلف مقامات کے رفقاء گردش کی صورت میں شریک ہوں اور ایک مقررہ میعاد میں انہیں قرآن و حدیث کے منتخب حصص کا درس بھی دیا جائے اور ایک ایسی دینی فضا بھی مہیا کی جائے جس میں ان کے دینی جذبات بھی ازسرِ نو ترو تازہ ہوں اور ایک خالص اسلامی زندگی بسر کرنے کا عملی تجربہ بھی حاصل ہو جائے۔

قرارداد کے بنیادی نکات میں سے دوسرا اہم اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ”دعوت کے ضمن میں ہمارے نزدیک الدین النصیحۃ کی روح اور الاقرب فالاقرب‘ کی تدریج ضروری ہے۔ ... ”پیشِ نظر اجتماعیت یہ تو لازماً چاہے گی کہ اس کا ہر شریک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں داعی الی اللہ اور اپنے ماحول میں حسبِ مقدور صلاحیت و بقدرِ ہمت و استطاعت ہدایت کا ایک روشن چراغ بن کر رہے اور اس کی شخصیت پر بحیثیت مجموعی داعیانہ رنگ غالب ہو جائے حتیٰ کہ خود اس اجتماعیت کے ضمن میں بھی کچھ دفتری یا تنظیمی نوعیت کی ذمہ داریاں اس کے کسی شریک پر عائد کی جائیں تب بھی اس کے مزاج میں معروف کارکنیت کا رنگ نہ پیدا ہونے پائے بلکہ داعیانہ رنگ نہ صرف برقرار رہے بلکہ پختہ تر ہو جائے اور ان دفتری یا تنظیمی سرگرمیوں کی نوعیت اس کی شخصیت کے مجموعی ڈھانچے میں محض ثانوی اور ضمنی ہو ۔۔۔ لیکن اس سلسلے میں دو امور کی نگہداشت لازمی اور ضروری ہے :-

ایک یہ کہ اس دعوت کا اصل محرک ابنائے نوع کی ہمدردی اور نصح و خیر خواہی کا جذبہ ہو

[illegible]

نا ممکن نہیں بلکہ بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے
میں دولت اخلاص سے محروم ہے اس ضمن میں
خلق کی اجتماعی سکیموں کو زیر عمل لانا بالکل دوسری
ے کا پیدا ہونا اور بڑھنا بالکل دوسری چیز ہے۔
لہ کتنی ہی مسلم ہو، دعوت دین کے نقطۂ نظر سے
ت کے جذبے اور عمل میں ایثار و انفاق کی کیفیت
انشاء اللہ اسی پر دیا جائے گا!
ہے کہ اس کا تخاطب لازماً ایک تدریج کے ساتھ داعی
لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم) اپنے اہل و عیال
انذر عشیرتک الاقربین) سے ہوتے ہوئے
انسانیت (لتکونوا شهداء علی الناس)
ی اپنے آپ کو بھول جائے اور تقویٰ کی ساری
اس بالبر وتنسون انفسکم) یا اپنے خاندان
لوگوں میں ہدایت کی سوغات بانٹنے کے لئے اٹھ
دعوت کے عمل کا صحیح نہج یہ ہے کہ الاقرب فالاقرب
اور محبت داعی کو ہر دعوت و تخاطب میں اسی
یہ خیال البتہ صحیح نہ ہوگا کہ ایک مرحلے کی تکمیل کے
رف یہ ہے کہ دعوت کے عمل کو ایک فطری تدریج
ال یا کنبے قبیلے اور پھر عوام الناس تک بڑھنا چاہئے
نئی نسل کے بارے میں خصوصی توجہ و اہتمام
ہم حدیث نبوی کلکم راع وکلکم مسئولة
سئول اور ذمہ دار ہیں اولاد کی دینی تعلیم و تربیت
ممکن ہوگا اور وسائل دستیاب ہو سکیں گے۔
اہتمام میں قائم کئے جائیں جن میں نئی نسل کے قلوب
ی و عملی تربیت کا بندوبست کیا جاتے۔ اس سلسلے

میں جماعت سے علیحدہ ہونے والے متعدد رفقا نے پہلے سے جو کوششیں اپنی انفرادی حیثیت میں شروع کر رکھی ہیں کوشش کی جائے گی کہ ان کو ایک باقاعدہ نظم کے تحت لا کر ان کی افادیت میں حتی الامکان اضافہ کیا جائے اور ان کے تجربات سے دوسرے مقامات پر مدارس کے قیام و اہتمام میں فائدہ اٹھایا جائے۔

وسائل دعوت کے ضمن میں کوئی تعیین غیر ضروری ہے۔ حسب صلاحیت و استعداد — انفرادی و نجی گفتگو، خطاب ہائے عام، خطبات جمعہ اور درس قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کے تمام جدید طریقوں کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔!

قرارداد کا تیسرا اہم نکتہ "شہادت حق علی الناس" کی اس ذمہ داری سے بحث کرتا ہے جو اُمت مسلمہ پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے۔" ہمارے نزدیک انذار و تبشیر، دعوت و تبلیغ اور شہادت حق علی الناس کی جو ذمہ داریاں انبیاء کرام علیہم السلام پر عائد ہوا کرتی تھیں وہ اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کے ختم ہو جانے کے بعد آپؐ کی امت پر بحیثیت مجموعی عاید ہوتی ہیں۔ اوّل اوّل اس امت نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے نظام کے تحت اپنی اس ذمہ داری کو اجتماعی حیثیت سے ادا کیا۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے خاتمے کے بعد بھی ایک عرصے تک مسلمان حکومتیں اس فرض منصبی کو ادا کرتی رہیں۔ اس کے بعد ایک طویل عرصے تک اتقیاء و صلحاء ذاتی طور پر دور دراز علاقوں میں پہنچ کر دین کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ ادھر کئی سو سال سے یہ سلسلہ بھی بالکل ختم ہو چکا ہے اور امت مسلمہ بحیثیت مجموعی کتمان حق کے جرم کی مرتکب ہو رہی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ امت کی تمام اجتماعی — سرگرمیاں صرف اپنے دفاع اور دنیوی ترقی و استحکام تک محدود ہیں۔ کچھ تھوڑا بہت دینی رنگ کسی اجتماعی سرگرمی میں ہے بھی تو وہ بھی محض امت کی داخلی اصلاح کی حد تک ہے۔ ہمارے نزدیک یہ صورت حال سخت تشویشناک ہے اور اس سے نہ صرف یہ کہ اُخروی بازپرس کا سخت اندیشہ ہے بلکہ ہماری رائے میں ہماری دنیوی نکبت و ذلت کا اصل سبب یہی ہے!

اس ضمن میں ہمارے نزدیک اس وقت کرنے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ مغربی فلسفہ و فکر اور اس کے لائے ہوئے زندقہ و الحاد اور مادہ پرستی کے سیلاب کا رُخ موڑنے کی کوشش کی جائے اور حکمت قرآنی کی روشنی میں ایک ایسی زبردست جوابی علمی تحریک برپا کی جائے جو توحید، معاد اور رسالت کے بنیادی حقائق کی حقانیت کو بھی مبرہن کر دے اور انسانی زندگی

کے لئے دین کی رہنمائی و ہدایت کو بھی مدلل و مفصل واضح کر دے۔ ہمارے نزدیک اسلام کے حلقے میں نئی اقوام کا داخلہ اور جسد دین میں نئے خون کی پیدائش ہی نہیں خود اسلام کے موجود الوقت حلقہ بگوشوں میں حرارت ایمانی کی تازگی اور دین و شریعت کی عملی پابندی اسی کام کے ایک مؤثر حد تک تکمیل پذیر ہونے پر موقوف ہے ——!

اس سلسلے میں انفرادی کوششیں تو اب بھی جیسی کچھ بھی عملاً ممکن ہیں جاری ہیں اور آئندہ بھی جاری رہیں گی، ضرورت اس کی داعی ہے کہ جیسے بھی ممکن ہو وسائل فراہم کئے جائیں اور ایک ایسے باقاعدہ ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جو حکمت قرآنی اور علم دینی کی نشر و اشاعت کا کام بھی کرے —— اور ایسے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا بھی مناسب اور مؤثر بندوبست کرے جو عربی زبان، قرآن حکیم اور شریعت اسلامی کا گہرا علم حاصل کر کے اسلامی اعتقادات کی حقانیت کو بھی ثابت کریں اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے جو ہدایات اسلام نے دی ہیں انہیں بھی ایسے انداز میں پیش کریں جو موجودہ دور کے اذہان کو اپیل کر سکے۔!

قرارداد رحیم آباد، اور اس کی مندرجہ بالا مختصر تشریح سے پیش نظر اجتماعیت کے مقاصد اور طریق کار کا کم از کم ایک ایسا اجمالی نقشہ ضرور سامنے آجاتا ہے جس سے آئندہ لائحہ عمل اور نہج کار کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ باقی رہا نظام جماعت اور ہیئت تنظیم کا معاملہ تو یہ بالکل ثانوی اور ضمنی اہمیت کی چیزیں ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ہمارے نزدیک پیش نظر اجتماعیت ہرگز "الجماعۃ" کے حکم میں نہ ہوگی بلکہ اس کی حیثیت مسلمانوں کی ایک ایسی اسلامی تنظیم کی ہوگی جس میں وہ لوگ شریک ہوں گے جو خود سچے اور پکے مسلمان بننا چاہیں اور اپنے اوپر اسلام کے جانب سے عائد شدہ اجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا چاہیں۔ ایسی تنظیم کے قواعد و ضوابط اور تنظیمی ڈھانچہ وہ لوگ باہمی مشورے سے بآسانی طے کر سکتے ہیں۔ جو مندرجہ بالا نقشہ کار سے بحیثیت مجموعی کامل اتفاق رکھتے ہوں۔

ماضی میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والے حضرات کو ایک جدید اجتماعیت میں منسلک کرنے کی بعض کوششوں کی ناکامی کا ایک اہم سبب یہ بھی رہا کہ یہ بات بطور اصول موضوعہ پیش نظر رکھی جاتی تھی کہ اس میں جماعت سے علیحدہ ہونے والے تمام لوگوں کی شمولیت لازمی ہے نتیجۃً بعض جزوی و فروعی اختلافات بھی قیام اجتماعیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے تھے۔ ہم بہت غور و فکر کے بعد اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ نہ یہ صحیح ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہونے والے تمام لوگوں کو

لازماً اسی نئی اجتماعیت میں شامل کیا جائے اور
تنظیم میں شامل کر لیا جائے کہ وہ ماضی میں جما
کہ اب ان کے نظریات کیا ہیں اور فکر و عمل ک
بھی بالکل واضح ہے کہ نہ یہ صحیح ہے کہ عجلت
مختلف الذہن اور مختلف المزاج لوگوں کو ایک
کہ سب لوگوں کے متفق الخیال ہونے کے ا
ملتوی کیا جاتا رہے —— اس کے بجائے صحیح
ایک لائحہ عمل پر صرف اصولی طور پر ہی نہیں کس
مطمئن ہو جائیں وہ فوری طور پر ایک نظم میں
حضرات جنہیں اس لائحہ عمل پر انشراح صدر ح
جاری رکھیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے
نقشہ کار ہی میں ترمیم و اضافہ کر دیا جائے اور
حاصل ہو جائے —— بہرحال کسی بھی اجتماعی
بعد ہی ہونی چاہئے ——!

بنابریں مجلس مشاورت ان تمام رفقاء
اسلامی میں شامل ہوتے تھے لیکن پھر مختلف
اور اب کسی ہیئت اجتماعی میں منسلک نہ ہو
ہے کہ وہ مندرجہ بالا امور پر ٹھنڈے دل سے
تشریح انہیں اپنے دل کی آواز معلوم ہو تو
ختم کرنے کی سعی کریں اور ایک نظم میں منسلک
کمربستہ ہو جائیں اور اگر انہیں ان میں سے کسی
ہو یا کسی امر میں اختلاف ہو تو مجلس سے رابطہ
بالا دونوں صورتوں میں خط و کتابت مجلس م
ناظم آباد، کراچی ۱۸ کے پتہ پر کی جائے ——

وآخر دعوانا ان الحمد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تدبر قرآن

امین احسن اصلاحی

تفسیر

۲۲- آگے کا

آگے مسلمانوں کو خطاب کرکے پہلے
یہود سے چھین کر اب تمہارے حوالہ جو کی
میں مبتلا نہ ہونا بلکہ ہمیشہ حق و انصاف کو ملحوظ
عظیم کے بھی وارث بنائے جا رہے ہو اور
تو تم لوگوں کے حقوق ادا کرنا اور ہمیشہ اپنے
جس خدا نے تم کو اس ذمہ داری پر مامور کیا ہے
اس کے بعد وہ طریقہ بتایا ہے جس
حق و عدل پر استوار اور اختلاف و نزاع
ہیں۔ بہ گرباں ان اساسات کی تفصیل ہے جو
اس کے بعد ان لوگوں کی طرف
لیکن ان کی وفاداری تقسیم تھی، وہ پوری طرح
مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ چونکہ امت کی
سے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس وجہ
میں آگے کی آیات تلاوت فرمائیے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا
النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ
بَصِیْرًا ۝ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا

(بقیہ تأملات بر قرآن)

اور اس کے اولیا کیا کر سکتے ہیں؟ اس وجہ سے اہل ایمان کو ان سے ذرا بھی ڈرنا نہیں چاہیئے اگر انھوں نے خدا کی وفاداری میں کوئی کمزوری نہیں دکھائی تو بہر حال کامیابی انھی کی ہے۔

شیطان کی چالوں میں کمزوری کے جو فطری اسباب مضمر ہیں ان پر گفتگو کے لیے موزوں مقام دوسرا ہے۔ یہاں صرف اتنی بات یاد رکھیے کہ کسی کام کی کوئی مضبوط بنیاد اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک وہ بنیاد حق پر نہ ہو۔ شیطان کے ہر کام کی بنیاد چونکہ باطل پر ہوتی ہے اس وجہ سے اس کے مستحکم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اِعلان

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی حسب ذیل تصانیف کے ترجمے ایک محدود تعداد میں موصول ہوئے ہیں۔ قدردان حضرات رجوع فرمائیں یہ تراجم مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے قلم سے ہیں اور دائرہ حمیدیہ اعظم گڈھ کے زیر اہتمام طبع ہوئے ہیں۔

مقدمہ تفسیر نظام القرآن	۰/۹۰	تفسیر سورۂ کوثر	۱/۰۰
تفسیر بسم اللہ و سورۂ فاتحہ	۰/۲۵	تفسیر سورۂ لہب	۰/۷۰
تفسیر سورۂ قیامہ	۰/۴۰	اقسام القرآن	۱/۳۰
تفسیر سورۂ والشمس	۰/۵۰	ذبیح کون ہے؟	۱/۷۰
تفسیر سورہ فیل	۱/۰۰	تفسیر سورۂ تحریم	۰/۷۰
تفسیر سورۂ ذاریات	۱/۳۰	تفسیر سورہ عبس	۰/۷۰
تفسیر سورۂ مرسلات	۰/۶۰	تفسیر سورہ والعصر	۰/۶۰
تفسیر سورہ والتین	۰/۷۰	تفسیر سورۂ کافرون	۰/۲۵

تفسیر سورہ اخلاص ۰/۲۵

ملنے کا پتہ:۔ دار الاشاعت الاسلامیہ امرت روڈ کرشن نگر لاہور ۱۲

تدبر قرآن

امین احسن اصلاحی

تفسیر سورۂ نساء

۶

۲۲۔ آگے کا مضمون آیات ۵۸-۷۰

آگے مسلمانوں کو خطاب کرکے پہلے ان کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ شریعت الٰہی کی یہ امانت یہود سے چھین کر اب تمہارے حوالہ جو کی جارہی ہے تو تم یہود کی قومی اور گروہی تعصب کی بیماری میں مبتلا نہ ہونا بلکہ ہمیشہ حق و انصاف کو نگاہ میں رکھنا۔ اب تم کتاب و حکمت کے ساتھ ایک ملک عظیم کے بھی وارث بنائے جارہے ہو اور تم پر لوگوں کے معاملات کی ذمہ داری ڈالی جارہی ہے تو تم لوگوں کے حقوق ادا کرنا اور ہمیشہ اپنے فیصلوں میں عدل کو ملحوظ رکھنا اور اس بات کو یاد رکھنا کہ جس خدا نے تم کو اس ذمہ داری پر مامور کیا ہے وہ سمیع و بصیر ہے۔

اس کے بعد وہ طریقہ بتایا ہے جس کو اختیار کرکے مسلمان بحیثیت امتِ مسلمہ کے منظم و مستحکم، حق و عدل پر استوار اور اختلاف و نزاع سے ابھرنے والی آفتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یہ گویا ان اساسات کی تفصیل ہے جن پر اسلامی نظام حکومت مبنی ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کی طرف توجہ فرمائی ہے جو مسلمانوں میں شامل ہونے کو تو ہو گئے تھے لیکن ان کی وفاداری تقسیم تھی، وہ پوری طرح اللہ و رسول اور امت کے اولوالامر کی اطاعت پر ابھی مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ چونکہ امت کی وحدت اور اسلامی حکومت کے اندر اصل رخنہ انہی کی طرف سے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس وجہ سے ان کی طرف تفصیل کے ساتھ توجہ فرمائی ہے — اس روشنی میں آگے کی آیات تلاوت فرمائیے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ

مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ
اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا
اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ
ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ
رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ڰ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
وَّتَوْفِيْقًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا ۢ بَلِيْغًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ
اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا
مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

ترجمہ

اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ خوب بات ہے یہ جس کی اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ ۵۸

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ پس اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہتر

...اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ
...تَاْوِيْلًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ
...اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا
...وْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ
...تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ
...دُوْدًا ۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ
...يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
...اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۤ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
...اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ
...ءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ
...رَّحِيْمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
...يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
...عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا
...وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ
...لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
...مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ
...بِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
...فَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

...کے حق داروں کو ادا کرو۔ اور جب
...کے ساتھ فیصلہ کرو۔ خوب بات
...ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور

...گروہ، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے
...اختلاف رائے واقع ہو تو اس کو اللہ اور
...اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہتر

اور باعتبار مآل اچھا ہے۔ ۵۹

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ اس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم سے پہلے اتاری گئی ہے۔ لیکن چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات فیصلہ کے لیے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انھیں اس کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انھیں نہایت دور کی گمراہی میں ڈال دے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم منافقین کو دیکھتے ہو کہ تم سے کترا جاتے ہیں۔ اس وقت کیا ہوگا جب ان کے اعمال کی پاداش میں ان کو کوئی مصیبت پہنچے گی، پھر یہ تمھارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو صرف بہتری اور سازگاری چاہی۔ ان لوگوں کے دلوں کے اندر جو کچھ ہے اللہ اس سے خوب واقف ہے تو ان سے اعراض کرو، ان کو سمجھاؤ اور ان سے خود ان کے باب میں دل میں دھنسنے والی بات کہو۔ ۶۰-۶۳

اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا تو اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اگر وہ، جب کہ انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا، تمھاری خدمت میں حاضر ہوتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی چاہتا تو وہ خدا کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔ پس نہیں، تیرے رب کی قسم، یہ لوگ مومن نہیں ہیں جب تک اپنی نزاعات میں تمھی کو حکم نہ مانیں اور جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس کیے بغیر اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دیں۔ اور اگر ہم ان پر یہ فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں کو چھوڑو تو ان میں سے بس تھوڑے ہی اس کی تعمیل کرتے اور اگر یہ لوگ وہ کرتے جس کی ہدایت کی جاتی تو ان کے لیے یہ بات بہتر اور ایمان پر قدم جمانے والی ہوتی۔ اس وقت ہم انھیں اپنے پاس سے بڑا اجر دیتے اور انھیں صراط مستقیم کی ہدایت بخشتے۔ ۶۴-۶۸

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہی ہیں جو انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے اس گروہ کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا فضل

فرمایا اور کیا ہی اچھے ہیں یہ رفیق ! یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کا علم کفایت کرتا ہے۔ ۶۹-۷۰

۲۳۔ الفاظ کی تحقیق اور جملوں کی وضاحت

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا (۵۸)

'امانت' کا لفظ یہاں اپنے محدود مفہوم میں نہیں ہے بلکہ جس طرح اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ والارض الایہ (ہم نے امانت کو پیش کیا آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر) والی آیت میں یہ آیا ہے اسی طرح یہاں بھی نہایت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ تمام حقوق و فرائض خواہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں یا حقوق العباد سے، انفرادی نوعیت کے ہوں یا اجتماعی نوعیت کے، اپنوں سے متعلق ہوں یا بیگانوں سے، مالی معاملات کی قسم سے ہوں یا سیاسی معاہدات کی قسم کے، صلح و امن کے دور کے ہوں یا جنگ کے۔ غرض جس نوعیت اور جس درجے کے حقوق و فرائض ہوں وہ سب امانت کے مفہوم میں داخل ہیں اور مسلمانوں کو شریعت اور اقتدار کی امانت سپرد کرنے کے بعد اجتماعی حیثیت سے سب سے پہلے جو ہدایت ہوئی وہ یہ ہے کہ تم جن حقوق و فرائض کے ذمہ دار بنائے جا رہے ہو ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا۔ امانت کا لفظ اپنے وسیع مفہوم میں

اگر اس سورہ کے پچھلے مطالب ذہن میں محفوظ ہیں تو یہ بات سمجھنے میں کوئی زحمت نہیں ہو سکتی کہ اس ہدایت کے اندر یہ تلمیح بھی مضمر ہے کہ یہ امانت جن سے چھین کر تمہیں دی جا رہی ہے انھوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ جس منصب شہادت پر ان کو مامور کیا گیا اس کو انھوں نے چھپایا، جو کتاب ان کی تحویل میں دی گئی اس میں انہوں نے تحریف کی، جس شریعت کا ان کو حامل بنایا گیا اس میں انہوں نے اختلاف پیدا کیا، جن حقوق کے وہ امین بنائے گئے ان میں انھوں نے خیانت کی، جو فرائض ان کے سپرد ہوئے ان میں وہ چور ثابت ہوئے۔ جو عہد انھوں نے باندھے وہ سب توڑ ڈالے۔ اس وجہ سے تمہاری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ اس عظیم امانت کی صورت میں جن حقوق و فرائض کے اب تم حامل بنائے جا رہے ہو ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا۔ حقوق و فرائض کے لیے امانت کا لفظ ایک تو یہ تصور پیدا کرتا ہے کہ یہ سب خدا کی

یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ کا

ق اور جملوں کی وضاحت

الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ
للّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

لیں نہیں ہے بلکہ جس طرح اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ
کو پیش کیا آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر والی
یت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ تمام حقوق
یا حقوق العباد سے، انفرادی نوعیت کے ہوں یا
الے گانوں سے، مالی معاملات کی قسم سے ہوں
ے دور کے ہوں یا جنگ کے۔ غرض جس نوعیت اور
امانت کے مفہوم میں داخل ہیں اور مسلمانوں کو شریعت
حیثیت سے سب سے پہلے جو ہدایت ہوئی وہ
ئے جا رہے ہو ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا۔
یں محفوظ ہیں تو یہ بات سمجھنے میں کوئی زحمت نہیں
ہے کہ یہ امانت جن سے چھین کر تمہیں دی جا رہی
ب شہادت پر ان کو مامور کیا گیا اس کو انھوں نے
یں انہوں نے تحریف کی، جس شریعت کا ان کو
یا، جن حقوق کے وہ امین بنائے گئے ان میں انھوں
یں وہ چور ثابت ہوئے۔ جو عہدا انھوں نے
سی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ اس عظیم امانت
ل بنائے جا رہے ہو ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا۔
ا ایک تو یہ تصور پیدا کرتا ہے کہ یہ سب خدا کی

سپرد کردہ امانتیں ہیں اس لیے کہ ان کا عائد کرنے والا خدا ہی ہے۔ دوسرا یہ کہ ان ساری امانتوں سے متعلق ایک دن لازماً امانت سونپنے والے کی طرف سے پرسش ہونی ہے، اگر ان میں کوئی خیانت ہوگی تو کوئی نہیں ہے جو خدا کی پکڑ سے بچا سکے۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ الایۃ۔ یہ امانت کے سب سے اہم پہلو کی تفصیل بھی ہے اور اقتدار کے ساتھ جو ذمہ داری وابستہ ہے اس کی وضاحت بھی۔ جن کو اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں اقتدار بخشتا ہے ان پر اولین ذمہ داری جو عاید ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں کو عدل و انصاف کے ساتھ چکائیں۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ قانون کی نگاہ میں امیر و غریب، شریف و وضیع، کالے اور گورے کا کوئی فرق نہ ہو، انصاف خریدی یا فروختنی چیز نہ بننے پائے، اس میں کسی جنبہ داری، کسی عصبیت، کسی سہل انگاری کو [illegible] نہ مل سکے، کسی دباؤ، کسی زور و اثر اور کسی خوف و طمع کو اس پر اثر انداز ہونے کا موقع نہ ملے۔

جن کو بھی اللہ تعالیٰ اس زمین میں اقتدار بخشتا ہے اسی عدل کے لیے بخشتا ہے۔ اس وجہ سے سب سے بڑی ذمہ داری اسی چیز کے لیے ہے۔ خدا کے ہاں عادل حکمران کا اجر بھی بہت بڑا ہے اور غیر عادل کی سزا بھی بہت سخت ہے۔ اس وجہ سے تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ بہت ہی اعلیٰ نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ تمہیں کر رہا ہے اس میں کوتاہی نہ ہو۔ آخر میں اپنی صفات سمیع و بصیر کا حوالہ دیا کہ یاد رکھو کہ خدا سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے، کوئی مخفی سے مخفی ناانصافی بھی اس سے مخفی رہنے والی نہیں۔

اولوالامر

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (۵۹)

اولوالامر سے مراد اسلامی معاشرے کے ارباب حل و عقد، ذمہ دار اور سربراہ کار ہیں۔ معاشرے کے حالات کے لحاظ سے اس کے مصداق ارباب علم و بصیرت بھی ہو سکتے ہیں، اور ارباب اقتدار و سیاست بھی۔ جو لوگ بھی اس پوزیشن میں ہوں کہ عوام کی سربراہی کر سکیں وہ اس لفظ کے مصداق ہیں۔ اگر امام و خلیفہ موجود ہو تو وہ اور اس کے حکام اولوالامر ہیں اور اگر یہ موجود نہ ہوں تو جماعت کے اندر جو معاملہ فہم اور صاحب بصیرت ہوں وہ اس سے مراد ہوں گے۔ اسی سورہ میں ایک اور مقام میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

اور جب ان کو امن یا خطرے کی کوئی	وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ
خبر ملتی ہے اس کو لے اڑتے ہیں حالانکہ	الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ
اگر وہ اس کو رسول اور اپنے اولوالامر	وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ
کے سامنے پیش کرتے تو جو لوگ بات کی	وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ
تہ کو پہنچنے والے ہیں وہ صورتِ معاملہ	لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ
کو سمجھ لیتے۔	مِنْهُمْ (۸۳-نساء)

جس زمانہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس زمانے میں ظاہر ہے کہ نہ ابھی خلافت کا وجود تھا نہ باضابطہ امراء و حکام تھے۔ اس وجہ سے 'اولوالامر' سے مراد صحابہؓ میں سے وہ لوگ ہوں گے جو دینی و اجتماعی معاملات کی گہری سوجھ بوجھ رکھنے والے اور لوگوں کے مرجع اعتماد تھے۔ یہاں 'استنباط' کا لفظ "اولوالامر" کی امتیازی خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسلام میں مذہبی و سیاسی قیادت کا منصب اصلاً انہی لوگوں کے لیے ہے جو بصیرت و اجتہاد کی صلاحیت کے مالک ہیں۔ طبقے، برادری، خاندان اور جائداد وغیرہ کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

تاویل کا مفہوم

"تاویل" کے لفظ پر سورۂ آلِ عمران کی آیت ۷ کے تحت بحث گزر چکی ہے۔ آلَ، یئول اولًا و مآلًا کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف لوٹنا، رجوع کرنا، اسی سے تاویل کا لفظ ہے جس کے معنی بات کو اس کے اصل مآل و مرجع کی طرف لوٹانے کے ہیں۔ اسی مفہوم سے یہ خواب کی تعبیر، کسی بات کی حقیقت اور کسی کلام کی تفسیر و توضیح کے لیے استعمال ہونے لگا اس لیے کہ ان صورتوں میں بھی بات اپنے اصل مآل اور مدعا کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ آیت زیر بحث میں "احسن تاویلا" کا مطلب یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں اللہ و رسول کی بات کی طرف رجوع کرنا حقیقت رسی اور مآل کار دونوں اعتبار سے بہتر ہے۔ خدا ہی کا علم تمام علم و حقیقت کا مرجع بھی ہے اور اسی کی ذات سب کا ملجا و ماویٰ بھی، اور اسی کو حقیقی حاکمیت بھی حاصل ہے۔

ہر اجتماعی و سیاسی نظام کی تشکیل امر و طاعت سے ہوتی ہے۔ اسلام میں امر و طاعت کے مرکز تین ہیں۔ اللہ، رسول، اولوالامر۔ ان میں سے دو سابق الذکر مستقل اور بالذات مرکز اطاعت ہیں۔ اس وجہ سے ان کے ساتھ 'اطیعوا' کا فعل مستقلاً استعمال ہوا۔ اولوالامر کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت کے تحت ہے اس وجہ سے ان کے لیے 'اطیعوا'

[illegible]

اختلاف رائے کی صورت میں کتاب اللہ اور سنت کی مراجعت کی ہدایت

[illegible]

اجماع رفع اختلاف کا منصوص طریقہ ہے

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ یہ ہدایت امت کو بحیثیت امت دی گئی ہے۔ اس طرح کی ہدایات میں خطاب اگرچہ عام ہوتا ہے لیکن ان کی عملی تنفیذ کی ذمہ داری امت کے ارباب حل وعقد یا قرآن کے الفاظ میں اولوالامر ہی پر عاید ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ انہی کی ذمہ داری ہے کہ اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہو تو وہ اصل قانون شریعت یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں اور جو بات اس سے اوفق نظر آئے اس کو اختیار کریں۔ ارباب حل وعقد یا ان کی اکثریت کا صاحب امر یعنی خلیفہ اور امام کی رہنمائی میں، کسی امر کے اوفق بالشریعت ہونے پر اتفاق کر لینا شریعت میں اجماع کہلاتا ہے جو رفع اختلاف کے لیے ایک منصوص طریقہ ہے اور اس کی مخالفت کسی کے لیے جائز نہیں ہے[۱]۔

'ردوہ الی اللہ والرسول' کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی امر میں شریعت کا حکم معلوم کرنا ہو تو پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اگر اس میں نہ ملے تو نبی کی سنت کی طرف رجوع کرے۔ اگر اس میں بھی نہ ملے تو پھر اس کے معلوم کرنے کا راستہ اجتہاد ہے۔ اجتہاد کے آداب و شرائط جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور صحابہؓ کے تعامل سے معلوم ہوئے ہیں وہ اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں اور ایسے فطری اور عقلی ہیں کہ کسی معقول آدمی کے لیے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے[۲]۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ قانونِ اسلامی کے مرجع کی حیثیت سے کتاب اللہ کی طرح سنتِ رسول کی حیثیت بھی مستقل اور دائمی ہے۔ اس لیے کہ فرمایا ہے کہ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (پس اس کو اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ)۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی تک کے لیے محدود نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اس اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب امکان تو حضورؐ کی وفات کے بعد تھا اور آیت خود شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل ہی سے ہے۔ ظاہر ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی سنت ہی ہے جو آپؐ کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔ یہ تسلیم کرنے کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وقت کے اولوالامر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام ہو سکتے ہیں اس لیے کہ یہاں اولوالامر کو حذف کر دیا ہے جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اولوالامر قانون کے مرجع کی حیثیت سے دین میں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔ مستقل حیثیت صرف اللہ اور رسول کی ہے اور رسول کی بھی اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے

---

[۱] اجماع پر مفصل بحث ہم نے اپنی کتاب "قانون اسلامی کی تدوین" میں کی ہے۔ تفصیل کے طالب اس کو پڑھیں۔

[۲] ہم نے اپنی کتاب "قانون اسلامی کی تدوین" میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔

یہ ہدایت امت کو بحیثیت امت دی گئی ہے۔
تا ہے لیکن ان کی عملی تنفیذ کی ذمہ داری امت
الامر ہی پر عاید ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ اپنی
رائے واقع ہو تو وہ اصل قانون شریعت یعنی
سے اوفق نظر آئے اس کو اختیار کریں۔ ارباب
خلفا اور امام کی رہنمائی ہیں، کسی امر کے اوفق بالشریعت
آتا ہے جو رفع اختلاف کے لیے ایک منصوص طریقہ
ہے۔

کہ جب کسی امر میں شریعت کا حکم معلوم کرنا ہو تو پہلے
نہ ملے تو نبی کی سنت کی طرف رجوع کرے۔ اگر
راستہ اجتہاد ہے۔ اجتہاد کے آداب و شرائط جو
سے معلوم ہوئے ہیں وہ اصول فقہ کی کتابوں میں
دل آدمی کے لیے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔
ہے کہ قانون اسلامی کے مرجع کی حیثیت سے کتاب اللہ
ہی ہے۔ اس لیے کہ فرمایا ہے کہ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ
اتنا ظاہر ہے کہ یہ ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہی اس لیے کہ اس اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب
شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل ہی
آپ کی سنت ہی ہے جو آپ کے قائم مقام ہو سکتی
کہ وقت کے اولوالامر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
کو حذف کر دیا ہے جو اس امر کا واضح ثبوت ہے
کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔ مستقل حیثیت
اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے

کی تدوین، میں کی ہے۔ تفصیل کے طالب اس کو پڑھیں۔
یہ مفصل بحث کی ہے۔

قانون کی تعلیم و تبیین پر مامور فرمایا اور اس منصب کی ذمہ داریاں ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کے لیے اسے غلطی اور گناہ سے محفوظ کیا۔ گویا اصل حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، رسول صرف اللہ کے احکام اور اس کی مرضیات کے بتانے کا ایک معصوم ذریعہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (۶۰) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (۶۱) فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا (۶۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا (۶۳)

"تحاکم الی الحاکم" کے معنی ہیں تخاصم الیہ، یعنی اپنا قضیہ اور معاملہ حاکم کے سامنے پیش کیا۔

طاغوت کی تحقیق سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس کے مقابل میں فرمایا ہے تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہاں طاغوت کتاب اللہ اور رسول کی ضد کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ مدینہ اور اطراف مدینہ میں آیت کے زمانۂ نزول تک یہ حیثیت صرف یہود کے سرداروں اور لیڈروں ہی کو حاصل تھی کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت سے بچنا چاہتے، وہ اپنے معاملات ان کے پاس لے جاتے اس وجہ سے طاغوت سے مراد وہی ہو سکتے ہیں اور ہر اعتبار سے وہ اس لفظ کے بالکل ٹھیک ٹھیک مصداق تھے۔

یہ بانداز تعجب منافقین کا ذکر ہو رہا ہے (اور قرائن سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ منافقین اہل کتاب میں سے آئے ہوئے لوگ تھے) جو دعویٰ تو یہ کرتے تھے کہ وہ قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور پچھلے صحیفوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن اپنے معاملات میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے بجائے یہود کے سرداروں اور ان کی عدالتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حالانکہ جس اللہ و رسول پر وہ ایمان کے مدعی ہیں ان کی طرف سے یہ واضح ہدایت آ چکی ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان کے لیے لازم ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے، بغیر اس انکار کے ایمان معتبر نہیں۔ لیکن یہ دونوں

کو جمع کرنا چاہتے ہیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس طرح ان کو بھٹکا کر صراطِ مستقیم سے اتنی دور کر دے کہ پھر ان کے لیے اس کے پانے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے۔

فرمایا کہ آج تو جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے معاملات اللہ و رسول ہی کے سامنے پیش کرو، ایمان کا یہی تقاضا ہے، تو کسی نہ کسی بہانے سے کترا جاتے ہیں لیکن اس وقت کیا ہو گا جب ان کی ان شرارتوں کی پاداش میں ان پر ایسا وقت آجائے گا کہ یہ بھاگے ہوئے تمہارے پاس آئیں گے اور قسمیں کھا کھا کے یقین دلائیں گے کہ یہ جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں کسی بری نیت سے نہیں کرتے رہے ہیں بلکہ بھلائی اور سازگاری کی نیت سے کرتے رہے ہیں۔

جس مصیبت کے پیش آنے کا یہاں ذکر ہے وہ بعد میں اس طرح پیش آئی کہ جب اسلام نے طاقت پکڑ لی اور یہود کی سیاسی طاقت بالکل کمزور ہو گئی تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ اب منافقین کے معاملے میں چشم پوشی اور اغماض کی روش وہ بدل دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی روش بدل لی، اور قدم قدم پر منافقین کا احتساب شروع کر دیا۔ منافقین اس صورتِ حال سے بہت پریشان ہوئے۔ نہ یہود میں اتنا دم خم باقی رہا تھا کہ ان کی سرپرستی کر سکیں، نہ مسلمان اب ان کے چکموں میں آنے کے لیے تیار تھے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین بھاگ بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور قسمیں کھا کھا کے آپ کو یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ وہ یہود سے جو ربط ضبط اب تک رکھتے اور کبھی کبھی اپنے معاملات میں ان کی بالاتری جو تسلیم کرتے رہے ہیں اس میں کسی فساد نیت کو دخل نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش صرف یہ رہی ہے کہ اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا اور جو خلیج اختلاف و عناد یہود اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہو گئی ہے وہ زیادہ وسیع نہ ہونے پائے گی۔ اس طرح وہ اپنی منافقت کو مصالحت کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتے اور اس کو احسان اور توفیق کے خوب صورت الفاظ سے تعبیر کرتے لیکن واقعات کے تشت از بام ہو جانے کے بعد اس سخن سازی کا موقع بالکل نکل چکا تھا چنانچہ آگے اس سورہ میں بھی اور پھر تفصیل کے ساتھ سورۂ برأت میں منافقین کے چہرے کی یہ نقاب نوچ کر پھینک دی گئی اور ان کے لیے منہ چھپانا ناممکن ہو گیا۔

اس سے یہ بات نکلی کہ حریف طاقتوں کے ساتھ اختلاف یا رواداری کی پالیسی بنانا امت کے ارباب حل و عقد اور اس کے سربراہوں کا کام ہے، نہ کہ عوام کی کسی ٹولی کا۔ اگر ارباب

حل و عقد کسی حریف طاقت سے برسرِ جنگ ہیں اور
اعتماد کی پینگیں بڑھائیں اور اس کو امت کی خیر خواہ
تو یہ صریح بدخواہی اور کھلی ہوئی منافقت ہے۔
آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان
اور سازگاری پیدا کرنے کا جذبہ ہے جو ان سے پاپڑ
کا فساد ہے جو انھیں اسلام کی طرف ابھی یکسو ہو
کی پرورش کر رہے ہیں کہ شاید اس کشمکش کا نتیجہ
یہ منافقت کی پالیسی کامیاب رہے گی۔ فرمایا کہ ان
اچھی طرح سمجھا دو، اور ان کے حق میں جو کچھ بہتر ہے اس
کے کان کھلیں اور بات دلوں میں اترے۔
فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ الآیہ میں ج
لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا میں اور زیادہ تیز
منافقت کے لیے جو بہانہ سازی کر رہے ہیں، خدا اس
لیے تم معاملہ خدا کے حوالہ کر دو اور ابھی ان سے اعراض
کہ جو کھیل یہ کھیل رہے ہیں یہ خود ان کے لیے مستقبل
کے متعلق ہم کہیں یہ لکھ آئے ہیں کہ عربی میں یہ لفظ زج
وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا میں
رہے ہیں کہ ان پر یہ حقیقت واضح کر دی جائے کہ یہ
روش سے اسلام کو کوئی ضرر پہنچنے والا نہیں ہے،
البتہ یہ خود اپنے آپ کو تباہ کر لیں گے۔ قَوْلًا بَلِيغًا
اب نصیحت کا انداز کان کھولنے والا اور دل میں
ہیں اس وجہ سے کریمانہ اندازِ نصیحت ان پر اثر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت اس وجہ سے
تو کمال درجہ رأفت و شفقت کی وجہ سے نہایت ہی نر
فرماتے۔ اگرچہ حضورؐ کے شایانِ شان انداز یہی تھا

ہے کہ اس طرح ان کو بھٹکا کر صراط مستقیم سے اتنی دور
ئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے۔
ہے کہ اپنے معاملات اللہ اور رسول ہی کے سامنے پیش
ی بہانے سے کترا جاتے ہیں لیکن اس وقت کیا ہوگا
ن پر ایسا وقت آ جائے گا کہ یہ بھاگے ہوئے تمہارے
دلائیں گے کہ یہ جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں کسی بری نیت
ساز گاری کی نیت سے کرتے رہے ہیں۔
ں ذکر ہے وہ بعد میں اس طرح پیش آئی کہ جب اسلام
ت بالکل کمزور ہو گئی تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ
تماض کی روش وہ بدل دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی
حتساب شروع کر دیا۔ منافقین اس صورت حال
ا دم خم باقی رہا تھا کہ ان کی سرپرستی کر سکیں، نہ مسلمان
ف۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین
ی خدمت میں آتے اور قسمیں کھا کھا کے آپ کو یقین
بط ضبطاب تک رکھتے اور کبھی کبھی اپنے معاملات
اس میں کسی فساد نیت کو دخل نہیں تھا بلکہ ان کی
نوں کو فائدہ پہنچے گا اور خلیج اختلاف و عناد بہود
ہ زیادہ وسیع نہ ہونے پائے گی۔ اس طرح وہ اپنی
نے کی کوشش کرتے اور اس کو احسان اور توفیق
واقعات کے تشت از بام ہو جانے کے بعد اس
آگے اس سورہ میں بھی اور پھر تفصیل کے ساتھ سورۂ
ور کر پھینک دی گئی اور ان کے لیے منہ چھپانا

ں کے ساتھ اختلاف یا رواداری کی پالیسی بنانا امت
کا کام ہے، نہ کہ عوام کی کسی ٹولی کا۔ اگر ارباب

حل و عقد کسی حریف طاقت سے برسر جنگ ہیں اور عوام کے اندر کے کچھ افراد ان کی طرف محبت و اعتماد کی پینگیں بڑھائیں اور اس کو امت کی خیر خواہی اور باہمی سازگاری کی کوشش کا نام دیں تو یہ صریح بدخواہی اور کھلی ہوئی منافقت ہے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے، یہ امت کی خیر خواہی اور سازگاری پیدا کرنے کا جذبہ ہے جو ان سے یہ پاپڑ بیلوا رہا ہے یا منافقت اور طاغوت پرستی کا فساد ہے جو انھیں اسلام کی طرف ابھی یکسو ہونے نہیں دے رہا ہے اور یہ دل میں اس امید کی پرورش کر رہے ہیں کہ شاید اس کشمکش کا نتیجہ یہود اور کفار کی فتح مندی کی شکل میں نکلے تو ان کی یہ منافقت کی پالیسی کامیاب رہے گی۔ فرمایا کہ ان کی اس حرکت سے اعراض کرو، ان کو نیک و بد اچھی طرح سمجھا دو، اور ان کے حق میں جو کچھ بہتر ہے اس سے ایسے انداز میں ان کو آگاہ کر دو کہ ان کے کان کھلیں اور بات دلوں میں اترے۔

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ الآیہ میں جو دھمکی ہے وہ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا میں اور زیادہ تیز و تند ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی اس منافقت کے لیے جو بہانہ سازی کر رہے ہیں، خدا اس کی حقیقت سے خوب واقف ہے، اس لیے تم معاملہ خدا کے حوالہ کر دو اور ابھی ان سے اعراض کرو، البتہ ان کو نیک و بد اچھی طرح سمجھا دو کہ جو کھیل یہ کھیل رہے ہیں یہ خود ان کے لیے مستقبل میں نہایت خطرناک ثابت ہوگا۔ وعظ کے لفظ کے متعلق ہم کہیں یہ لکھ آئے ہیں کہ عربی میں یہ لفظ زجر و تنبیہ کے مفہوم کا بھی حامل ہے۔

وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا میں فی انفسھم کے الفاظ اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ ان پر یہ حقیقت واضح کر دی جائے کہ یہ نصیحت خود ان کے حق میں بہتر ہے، ان کی اس روش سے اسلام کو کوئی ضرر پہنچنے والا نہیں ہے، اللہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے کافی ہے، البتہ یہ خود اپنے آپ کو تباہ کر لیں گے۔ قَوْلًا بَلِيغًا کے الفاظ اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اب نصیحت کا انداز کان کھولنے والا اور دل میں دھنسنے والا ہونا چاہیے، یہ بہرے اور بلید لوگ ہیں اس وجہ سے کریمانہ انداز نصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت اس وجہ سے ہوئی کہ آپ اگر کسی کی غلطی پر گرفت فرماتے تو کمال درجہ رافت و شفقت کی وجہ سے نہایت ہی نرم اور کریمانہ انداز میں اس کی طرف اشارہ فرماتے۔ اگرچہ حضورؐ کے شایان شان انداز یہی تھا اور ذی صلاحیت لوگوں کے لیے یہ اشارہ کافی

بھی ہوجاتا تھا لیکن منافقین اس کریم النفسی کے نہ اہل تھے نہ قدردان بلکہ وہ اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے اور روز بروز اپنی شرارتوں میں دلیر ہوتے جا رہے تھے۔ اس وجہ سے یہ ہدایت ہوئی کہ اب ان کے ساتھ زیادہ نرمی برتنے کا موقع نہیں ہے بلکہ وقت آگیا ہے کہ ان کو واضح الفاظ میں تنبیہ کی جائے اور ان کے نیک و بد سے ان کو اچھی طرح آگاہ کر دیا جائے تاکہ یہ سنبھلنا چاہیں تو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے پہلے پہلے سنبھل جائیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (۶۴) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۶۵)

رسول کا اصل مرتبہ

اب یہ رسول کا صحیح مرتبہ واضح فرمایا کہ رسول صرف مان لینے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ وہ اس لیے آتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ وہ صرف عقیدت کا مرکز نہیں بلکہ اطاعت کا مرکز بھی ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت صرف ایک واعظ و ناصح کی نہیں بلکہ ایک واجب الاطاعت ہادی کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اذن کے تحت اس کو اس لیے مامور فرماتا ہے کہ لوگ جملہ معاملات میں اس کے احکام کی اطاعت کریں اس لیے کہ اس کی اطاعت ہی بالواسطہ خدا کی اطاعت ہے۔ جو لوگ رسول کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کے سیاسی اقتدار کو تسلیم نہیں کرتے یا اس سے اپنے آپ کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں ان کا دعوائے ایمان جھوٹا ہے۔

یہاں 'باذن اللہ' کی قید اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے کہ اصل حاکمیت اللہ ہی کی ہے لیکن وہ اپنے اذن سے اپنے رسول کو یہ منصب بخشتا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کے امر و نہی سے آگاہ فرمائے اور اس مقصد کے لیے اس کو وہ غلطی اور خطا سے محفوظ فرماتا ہے اس وجہ سے رسول، خدا کی قانونی و تشریعی حاکمیت کا مظہر ہوتا ہے اور اس پر ایمان اور ساتھ ہی اس کی بے چون و چرا اطاعت خدا پر ایمان اور خدا کی اطاعت کے ہم معنی بن جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جب رسول خدا کی حاکمیت قانونی و تشریعی کا مظہر ہے تو اس امر کی کوئی گنجائش کسی صاحب ایمان کے لیے باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ رسول کی عدالت کو چھوڑ کر اپنے کسی معاملے کو فیصلہ کے لیے طاغوت کی عدالت میں لے جائے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنی جان پر بہت بڑا ظلم ڈھاتا ہے اس لیے کہ فی الحقیقت یہ چیز خدا کی حاکمیت کا انکار اور بالواسطہ شرک اور کفر کا

ارتکاب ہے۔ چنانچہ ان منافقین سے متعلق جو اپنے
فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں پر یہ ظلم ڈھا
عواقب سے نجات کی واحد شکل یہ تھی کہ وہ رسو
کرتے، خدا سے مغفرت کے طالب ہوتے اور رسول
سے ان کی سفارش کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قب
کی تلافی کی کوئی اور شکل نہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی
مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے درمیان پیدا
مانیں اور پھر ساتھ ہی ان کے اندر یہ ذہنی تبدیلی
وہ چار پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ مانیں اور
حوالے کر دیں۔ رسول کی اطاعت خود خدا کی اطا
صرف ظاہری اطاعت سے ادا نہیں ہوتا بلکہ اس

یہاں 'فَلَا وَرَبِّكَ' کی قسم کا موقع و محل بھی
و باطنی اطاعت کی تاکید ہی مقصود نہیں ہے بلکہ
ہے اسی قسم کے ساتھ تردید بھی ہے۔ پھر 'وَرَبِّكَ' کے
علیہ وسلم کے لیے التفاتِ خاص کی جو دل نوازی ہے
ہی کہہ سکتے ہیں، قلم ان کی تعبیر سے قاصر ہے۔

'فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
جو شرط لگائی گئی ہے اس میں دو پہلو ہیں۔ ایک تو
ہیں بمنزلہ شفاعت ہے جس سے ان کے اس گناہ
یہ کہ رسول کی عدالت کے ہوتے ان کا تحاکم الی الط
یہ ضروری ہوا کہ وہ رسول کی رضا اور ان کی دعا بھی
کی برکتوں سے متمتع ہونے کا بڑا موقع حاصل تھا لیکن
نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس
اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

ارتکاب ہے۔ چنانچہ ان منافقین سے متعلق جو اپنے معاملات یہود کی عدالتوں میں لے جاتے تھے، فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں پر یہ ظلم ڈھایا ان کے لیے اس کی اصلاح اور اس کے عواقب سے نجات کی واحد شکل یہ تھی کہ وہ رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کرتے، خدا سے مغفرت کے طالب ہوتے اور رسول بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کے ذریعہ سے ان کی سفارش کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا اور ان پر رحم فرماتا۔ اس کے سوا اس کی تلافی کی کوئی اور شکل نہیں۔

ایمان کی بنیادی شرط

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے درمیان پیدا ہونے والی تمام نزاعات میں تمہی کو حکم نہ مانیں اور پھر ساتھ ہی ان کے اندر یہ ذہنی تبدیلی نہ واقع ہو جائے کہ وہ تمہارے فیصلے کو بدون دل پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ مانیں اور اپنے آپ کو بلا کسی استثناد تحفظ کے تمہارے حوالے کر دیں۔ رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت کے ہم معنی ہے اس وجہ سے اس کا حق صرف ظاہری اطاعت سے ادا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے دل کی اطاعت بھی شرط ہے۔

یہاں 'فَلَا وَرَبِّكَ' کی قسم کا موقع و محل بھی ملحوظ رہے۔ اس سے صرف رسول کی ظاہری و باطنی اطاعت کی تاکید ہی مقصود نہیں ہے بلکہ یہ منافقین کی جھوٹی قسم کی جو آیت ۶۲ میں مذکور ہے سچی قسم کے ساتھ تردید بھی ہے۔ پھر 'رَبِّكَ' کے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے التفاتِ خاص کی جو دل نوازی ہے اس کی بلاغتوں کا اندازہ تو صرف اہل ذوق ہی کر سکتے ہیں، قلم ان کی تعبیر سے قاصر ہے۔

رسول کا استغفار بمنزلہ شفاعت ہے

'فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ' میں ان کے لیے رسول کے استغفار کی جو شرط لگائی گئی ہے اس میں دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ رسول کا یہ استغفار ان کے لیے اس دنیا میں بمنزلہ شفاعت ہے جس سے ان کے اس گناہِ عظیم کے بخشے جانے کی توقع ہے، دوسرا یہ کہ رسول کی عدالت کے ہوتے ان کا تحاکم الی الطاغوت رسول کی صریح توہین ہے اس وجہ سے یہ ضروری ہوا کہ وہ رسول کی رضا اور ان کی دعا بھی حاصل کریں۔ منافقین سوچتے تو ان کو رسول کی برکتوں سے متمتع ہونے کا بڑا موقع حاصل تھا لیکن ان میں سے بہتوں نے اس موقع کی قدر نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بعد میں محروم کر دیا۔ سورۂ منافقون میں اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کا
يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا	رسول تمھارے لیے اللہ سے مغفرت مانگے گا
رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ	تو وہ اپنی گردنیں موڑ لیتے ہیں اور تم ان
وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○ سَوَاءٌ	کو گھمنڈ کے ساتھ اعراض کرتے دیکھتے ہو،
عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ	ان کے لیے برابر ہے، تم ان کے لیے مغفرت
لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ	مانگو یا نہ مانگو۔ اللہ ان کو معاف کرنے
اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ	والا نہیں ہے، اللہ نافرمانوں کو بامراد
الْفَاسِقِينَ (۵-۶)	کرنے والا نہیں ہے۔

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا
قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ○
وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ○ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ○ وَمَنْ
يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ○ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَ
كَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا (۶۶-۷۰)

منافقین کی بنیادی کمزوری

اب یہ ان منافقین کے اصل سبب نفاق سے پردہ اٹھایا ہے کہ یہ بننے کو تو اسلام کے مدعی بن بیٹھے ہیں لیکن ابھی یہ جاہلیت کے سابق روابط و تعلقات کے پھندوں سے پوری طرح آزاد نہیں ہوئے ہیں۔ ابھی تک خاندان، برادری، قبیلہ اور قوم کی زنجیریں بھی ان کے پاؤں میں ہیں اور وطن اور سرزمین کی وابستگیاں بھی دامن گیر ہیں اس وجہ سے یہ آگے بڑھنے کی بجائے بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہے ہیں حالانکہ اسلام کا اوّل مطالبہ یہی ہے کہ آدمی ہر زنجیر کو توڑ کر صرف اللہ کے لیے اٹھ کھڑا ہو جس طرح مہاجرین اولین اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ ملحوظ رہے کہ یہ منافقین زیادہ تر یہود اور اطراف مدینہ کے قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے، یہ اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اسلام کے اظہار پر تو مجبور ہو گئے تھے لیکن جیسا کہ اوپر گزرا، یہ اپنے روابط یہود اور اپنے قبائلی سرداروں کے ساتھ بھی باقی رکھنا چاہتے تھے اور اسی غرض کے لیے اپنے معاملات و مقدمات میں بھی ان سے رجوع کرتے تھے۔ قرآن نے یہ ان کی اسی کمزوری سے پردہ اٹھایا ہے کہ ان کو اپنوں سے لڑنے اور اپنے

گھر بار چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ آ ملنے کا حکم
سے بہت تھوڑے آمادہ ہوں گے اقتلوا
آیت ۲۹ کے تحت جو کچھ لکھ آئے ہیں اس
سے ایک سخت آزمائش ہے لیکن جب یہ تلوا
قرابت کے رشتے ہوں اور جن کی حمیت و حما
تو یہ آزمائش سخت تر ہو جاتی ہے اس لیے کہ ا
ہوتی ہے لیکن اسلام حق کے مقابل میں خون ا
کی وفاداری کا امتحان پاس کرنے کے لیے
چنانچہ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ بدر کے م
چچا کے مقابل میں بے نیام ہوئی اور عصبی
بالکل بے حقیقت ہو کے رہ گئے۔

اسلام کی اسی حقیقت کی طرف یہا
اگر یہ بھی اپنے خاندان و قبیلہ اور گھر در کی و
کے معاشرے میں شامل ہو جائیں تو یہ ان
میں یہ چیز نہایت کارگر ہوگی۔ فاسد ماحول
تو ان کی کمزوریاں دور ہوں گی اور یہ بھی اسلا
اور حق کے خدمت گزار بن جائیں گے۔

اس کے بعد ان کی حوصلہ افزائی ک
کا راستہ ہے۔ اگر وہ اللہ کے لیے اپنے گھر
اجر عظیم دے گا اور ان کو صراط مستقیم کی ہدا
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لی
بندوں — انبیا، صدیقین، شہدا اور صالح
اور کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اس
کا فضل ہے اور اللہ اس فضل خاص کے مست
کے حاصل کرنے کے لیے ہجرت اور جہاد کی

گھر بار چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ آ ملنے کا حکم دیا جائے تو اس جہاد اور ہجرت کے لیے ان میں سے بہت تھوڑے آمادہ ہوں گے۔ اقتلوا انفسکم کے مفہوم پر ہم بقرہ آیت ۵۴ اور نساء آیت ۲۹ کے تحت جو کچھ لکھ آئے ہیں اس پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ جہاد اول تو اپنی فطرت ہی سے ایک سخت آزمائش ہے لیکن جب یہ تلوار ان کے خلاف اٹھانی پڑے جن سے خون اور قرابت کے رشتے ہوں اور جن کی حمیت و حمایت کا جذبہ رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے ہو تو یہ آزمائش سخت تر ہو جاتی ہے اس لیے کہ اس صورت میں تلوار گویا اپنی ہی گردنوں پر چلانی ہوتی ہے لیکن اسلام حق کے مقابل میں خون اور نسب کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اس وجہ سے خدا کی وفاداری کا امتحان پاس کرنے کے لیے اہلِ ایمان کو اس مرحلے سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ بدر کے موقع پر ماموں کی تلوار بھانجے کے اور بھتیجے کی تلوار چچا کے مقابل میں بے نیام ہوئی اور عصبیتِ جاہلیت کے تمام روابط حق کے آگے بالکل بے حقیقت ہو کے رہ گئے۔

اسلام کی اسی حقیقت کی طرف یہاں ان منافقین کو بھی توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اگر یہ بھی اپنے خاندان و قبیلہ اور گھر در کی وابستگیوں سے آزاد اور یکسو ہو کر کلیۃً مسلمانوں کے معاشرے میں شامل ہو جائیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اسلام پر ان کے قدم جمانے میں یہ چیز نہایت کارگر ہو گی۔ فاسد ماحول سے نکل کر جب یہ پاکیزہ ماحول میں پہنچ جائیں گے تو ان کی کمزوریاں دور ہوں گی اور یہ بھی اسلام کے جاں نثاروں کے ساتھ مل کر خدا کے وفادار اور حق کے خدمت گزار بن جائیں گے۔

اس کے بعد ان کی حوصلہ افزائی کے لیے فرمایا کہ یہ نہ خیال کریں کہ یہ کوئی تباہی و خودکشی کا راستہ ہے۔ اگر وہ اللہ کے لیے اپنے گھر در چھوڑ دیں گے تو اللہ ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم دے گا اور ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب کرے گا۔ جو لوگ سب سے کٹ کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ان کو اللہ کے انعام یافتہ بندوں — انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین — کی معیت و رفاقت حاصل ہوتی ہے اور کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اس پاک گروہ کی معیت و رفاقت حاصل ہو۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ اس فضلِ خاص کے مستحق بندوں سے بے خبر نہیں ہے جو لوگ اس فضل کے حاصل کرنے کے لیے ہجرت اور جہاد کی بازیاں کھیلیں گے وہ مطمئن رہیں کہ اللہ ان کی

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کا
رسول تمھارے لیے اللہ سے مغفرت مانگے گا
تو وہ اپنی گردنیں موڑ لیتے ہیں اور تم ان
کو گھمنڈ کے ساتھ اعراض کرتے دیکھتے ہو،
ان کے لیے برابر ہے، تم ان کے لیے مغفرت
مانگو یا نہ مانگو۔ اللہ ان کو معاف کرنے
والا نہیں ہے، اللہ نافرمانوں کو بامراد
کرنے والا نہیں ہے۔

اُخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا
بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا
هَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَمَنْ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ

اٹھایا ہے کہ یہ بننے کو تو اسلام کے مدعی بن
تعلقات کے پھندوں سے پوری طرح آزاد
اور قوم کی زنجیریں بھی ان کے پاؤں میں ہیں
اس وجہ سے یہ آگے بڑھنے کی بجائے بار بار
مطالبہ یہی ہے کہ آدمی ہر زنجیر کو توڑ کر صرف
اٹھ کھڑے ہوئے۔
اطراف مدینہ کے قبائل سے تعلق رکھنے
دیکھ کر اسلام کے اظہار پر تو مجبور ہو گئے تھے
قبائلی سرداروں کے ساتھ بھی باقی رکھنا
مقدمات میں بھی ان سے رجوع کرتے
ہے کہ ان کو اپنوں سے لڑنے اور اپنے

جان بازیوں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۲۴- آگے کا مضمون آیات ۷۱-۷۶

وہی اوپر والا مضمون آگے چل رہا ہے۔ خطاب اگرچہ عام مسلمانوں سے ہے لیکن تبصرہ انہی منافقین کے رویے پر ہے جن کی بابت اوپر فرمایا ہے کہ یہ اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اس راہ میں کوئی چوٹ کھانے اور ہجرت و جہاد کی آزمائشوں سے گزرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

پہلے مسلمانوں کو جہاد کے لیے لیس ہونے اور جنگ کے لیے اٹھنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ اگر جماعتی حیثیت سے جنگ کے لیے اٹھنے کی ضرورت پیش آئے تو جماعتی شکل میں اٹھو اور اگر ٹکڑیوں اور دستوں کی شکل میں نکلنے کا موقع ہو تو ٹکڑیوں اور دستوں کی صورت میں نکلو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اس کے بعد منافقین کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ خود بزدل ہیں اور دوسروں کو بھی بزدل بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی گزند پہنچ جاتا ہے تو خوش ہوتے ہیں کہ خوب ہوا کہ اس فوج یا دستے میں ہم شامل نہیں ہوئے اور اگر تمہیں کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے تو حاسدانہ یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس فوج یا دستے میں شامل ہوتے کہ اس کے حاصل کردہ مال غنیمت میں حصہ دار بن سکتے۔

اس کے بعد جہاد پر ابھارنے کے لیے اس کے اجر عظیم کا بھی ذکر فرمایا اور ساتھ ہی نہایت مؤثر الفاظ میں اس ضرورت کی طرف بھی توجہ دلائی جو اس وقت اس کی داعی تھی۔ وہ ضرورت یہ تھی کہ جگہ جگہ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے کفار کے نرغے میں گھرے ہوئے اسلام لانے کے جرم میں، ان کے ہاتھوں طرح طرح کے مظالم کا ہدف بنے ہوئے تھے۔ اور ان کے پنجۂ ستم سے نجات حاصل کرنے کے لیے فریادیں کر رہے تھے۔ اس ظلم و ستم سے ان کو نجات دلانا ایک عظیم انسانی و اسلامی فریضہ تھا۔

پھر مسلمانوں کے جہاد اور کفار کی جنگ کے فرق کو واضح فرمایا کہ مسلمانوں کا جہاد اللہ کی راہ میں، اور کفار کی جنگ شیطان کی راہ میں ہے۔ شیطان خواہ کتنی ہی چالیں چلے لیکن خدا کے مقابل میں اس کی ہر چال بودی ثابت ہو کے رہے گی۔ آخری کامیابی بہرحال انہی لوگوں

کو حاصل ہوگی جو اللہ کے دین کا ساتھ دینے کے لیے اٹھیں گے ——— اس روشنی میں آگے کی آیات کی تلاوت فرمالیجیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا ۝ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ ۚ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۝ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝

ترجمہ

اے ایمان والو، اپنے اسلحے سنبھالو اور جہاد کے لیے نکلو ٹکڑیوں کی صورت میں یا جماعتی شکل میں۔ اور تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، پس اگر تم کو کوئی گزند پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ مجھ پر اللہ نے فضل کیا کہ میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوا اور اگر تمہیں اللہ کا کوئی فضل حاصل ہو تو اس طرح کہ گویا تمہارے اور ان کے درمیان کوئی رشتۂ محبت تھا ہی نہیں، کہتے ہیں کہ اے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ ایک بڑی کامیابی حاصل کرتا۔ پس چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے وہ لوگ اٹھیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے لیے بیچ چکے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا تو خواہ مارا جائے یا غالب ہو ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔ ۷۱ - ۷۴

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس ظالم باشندوں کی بستی سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے ہمدرد

پیدا کر اور ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار کھڑے کر۔ ۷۵

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنھوں نے
کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے حامیوں سے لڑو،
شیطان کی چال تو بالکل بودی ہوتی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْا
جَمِیْعًا ۝ وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالَ قَدْ
اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَکُنْ مَّعَھُمْ شَھِیْدًا ۝ وَلَئِنْ اَصَابَکُمْ فَضْلٌ مِّنَ
اللّٰہِ لَیَقُوْلَنَّ کَاَنْ لَّمْ تَکُنْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهٗ مَوَدَّةٌ یّٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَھُمْ
فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۱۷-۷۳

لفظ حذر کی تحقیق

'حِذْر' کے اصل معنی کسی خطرہ اور آفت سے بچنے کے ہیں۔ اپنے اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ لفظ ان چیزوں کے لیے استعمال ہوا جو جنگ میں دشمن کے حملوں سے بچنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ مثلاً زرہ بکتر، سپر، خود وغیرہ۔ اس کا خاص استعمال تو دفاعی آلات ہی کے لیے ہے لیکن اپنے عام استعمال میں یہ ان اسلحے پر بھی بولا جاتا ہے جو حملے کے کام آتے ہیں۔ مثلاً تیر، تفنگ، تلوار وغیرہ۔ یہاں یہ لفظ اپنے عام مفہوم ہی میں معلوم ہوتا ہے۔ اس پر مزید بحث اسی سورہ کی آیت ۱۰۲ کے تحت آرہی ہے۔ وہاں اس کے عام اور خاص دونوں استعمالات کو قرآن نے خود واضح کر دیا ہے۔

ثبات کا مفہوم

'ثبات'، 'ثُبَة' کی جمع ہے۔ 'ثُبَة' کے معنی سواروں کی جماعت، ٹکڑی اور دستے کے ہیں۔ عرب میں جنگ کے دو طریقے معروف تھے۔ ایک منظم فوج کی شکل میں لشکر آرائی۔ دوسرا وہ طریقہ جو گوریلا جنگ (GUERRILLA WARFARE) میں اختیار کیا جاتا ہے یعنی ٹکڑیوں اور دستوں کی صورت میں دشمن پر چھاپا مارنا۔ یہاں 'ثبات' کے لفظ سے اسی طریقے کی طرف اشارہ ہے۔ مسلمانوں نے یہ دونوں طریقے استعمال کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظم فوج کشی بھی فرمائی اور وقتاً فوقتاً سریے بھی بھیجے۔

بطأ یبطئ

'بطأ یبطئ' کے معنی ڈھیلے پڑنے، سست پڑنے اور پیچھے رہ جانے کے بھی ہیں اور دوسروں کو سست کرنے کے بھی ہیں۔ لسان العرب میں ہے بطأ فلان بفلان اذا ثبطه فلاں نے فلاں کو سست اور پست ہمت کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ من بطأ به عمله لم یسرع

نہیں ہے۔ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے وہ اٹھیں جو آخرت کے لیے اپنی دنیا بیچ چکے ہوں۔ جو لوگ دنیا کو بیچ کر صرف آخرت کی کامیابی کے لیے جہاد کریں گے وہ مارے جائیں یا فتحمند ہوں، دونوں ہی صورتوں میں ان کے لیے اجر عظیم ہے۔ رہے یہ لوگ جو صرف اس وقت تک کے لیے مجنوں بنے ہیں جب تک لیلیٰ کی طرف سے ان کو دودھ کا پیالہ ملتا ہے، خونِ جگر کا مطالبہ نہ ہو تو ایسے مجنوں یہاں درکار نہیں ہیں۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (۷۵)

'وما لکم' (تمہیں کیا ہوا ہے) کا اسلوب کسی کام پر ابھارنے اور شوق دلانے کے لیے ہے 'مستضعف' سے مراد مظلوم، مجبور اور بے بس کیے ہیں۔ مستضعفین کا عطف فی سبیل اللہ پر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ دین کی وجہ سے ستائے جا رہے ہوں ان کی آزادی کے لیے جنگ قتال فی سبیل اللہ میں سب سے اول درجہ رکھتی ہے۔ ہم بقرہ کی تفسیر میں واضح کر چکے ہیں کہ اسلامی جہاد کا اصلی مقصد دنیا سے فتنہ (PERSECUTION) کو مٹانا ہے۔ قریہ کو یہاں صرف مکہ کے لیے خاص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ان آیات کے نزول کے زمانے میں مکہ کے علاوہ اور بھی بستیاں تھیں جن میں بہت سے مرد، عورتیں اور بچے مسلمان ہو چکے تھے اور وہ اپنے کافر سرپرستوں یا اپنے قبیلے کے کافر زبردستوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے 'من لدنک' کا موقع استعمال اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ظاہر حالات تو بالکل خلاف ہیں، کسی طرف سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنی عنایت سے کوئی راہ کھول دے تو کچھ بعید نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تم ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو کفار کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے کیوں نہیں اٹھتے جو کفار کے اندر بے بسی کی حالت میں گھرے ہوئے اور ان سے چھوٹ کر مسلمانوں سے آملنے کی کوئی راہ نہیں پا رہے ہیں۔ جن کا حال یہ ہے کہ رات دن نہایت بے قراری کے ساتھ یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں ان ظالم باشندوں کی بستی سے نکال اور غیب سے ہمارے ہمدرد پیدا کر اور غیب سے ہمارے مددگار کھڑے کر۔

اس آیت سے کئی باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔

ں جو آخرت کے لیے اپنی دنیا بیچ چکے ہوں، جو لوگ
ادا کریں گے وہ مارے جائیں یا فتحمند ہوں، دونوں
ہے یہ لوگ جو صرف اس وقت تک کے لیے مجنوں
ودھ کا پیالہ ملتا ہے، خونِ جگر کا مطالبہ نہ ہو تو ایسے

للہ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ
جْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ
لَّدُنْكَ نَصِیْرًا (۷۵)

ب کسی کام پر ابھارنے اور شوق دلانے کے لیے
لیں سکے ہیں۔ مستضعفین کا عطف فی سبیل
ں بے ستائے جا رہے ہوں ان کی آزادی کے
اول درجہ رکھتی ہے۔ ہم بقرہ کی تفسیر میں واضح
نہ (PERSECUTION) کو مٹاتا ہے۔ قریہ کو
یہ نہیں ہے۔ ان آیات کے نزول کے زمانے میں
سے مرد، عورتیں اور بچے مسلمان ہو چکے تھے اور
فر زبردستوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے
رہا ہے کہ ظاہر حالات تو بالکل خلاف ہیں، کسی طرف
لی اپنی قدرت اور اپنی عنایت سے کوئی راہ کھول

ر بچوں کو کفار کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے
حالت میں گھرے ہوئے اور ان سے چھوٹ کر
یں۔ جن کا حال یہ ہے کہ رات دن نہایت
وردگار ہمیں ان ظالم باشندوں کی بستی سے نکال
سے ہمارے مددگار کھڑے کر
ی۔

ایک یہ کہ ظالم کفار نے کمزور مسلمانوں پر خود ان کے وطن کی زمین اس طرح تنگ کر دی تھی کہ وہ وطن ان کو کاٹے کھا رہا تھا اور باوجودیکہ وطن کی محبت ایک فطری چیز ہے لیکن وہ اس سے اس قدر بیزار تھے کہ اس کو ظالم باشندوں کی بستی کہتے ہیں، اس کی طرف کسی قسم کا انتساب اپنے لیے گوارا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

دوسری یہ کہ کوئی وطن اسی وقت تک اہلِ ایمان کے لیے وطن کی حیثیت رکھتا ہے جب تک اس کے اندر ان کے دین و ایمان کے لیے امن ہو۔ اگر دین و ایمان کو اس میں امن حاصل نہ ہو تو وہ وطن نہیں بلکہ وہ خونخوار درندوں کا بھٹ، سانپوں اور اژدہوں کا مسکن اور شیطانوں کا مرکز ہے۔

تیسری یہ کہ اس زمانے میں حالات اس قدر مایوس کن تھے کہ مظلوم مسلمانوں کو ظاہر میں نجات کی کوئی راہ بھی سجھائی نہیں دے رہی تھی، سارا بھروسہ بس اللہ کی مدد پر تھا کہ وہی غیب سے ان کے لیے کوئی راہ کھولے تو کھولے۔ اس کے باوجود یہ مسلمان اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی ان کی استقامت کی! پہاڑ بھی اس استقامت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

چوتھی یہ کہ اگر کہیں مسلمان اس طرح کی مظلومیت کی حالت میں گھر جائیں تو ان تمام مسلمانوں پر جو ان کی مدد کرنے کی پوزیشن میں ہوں جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ان کی مدد کے لیے نہ اٹھیں تو یہ صریح نفاق ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا (۷۶)

طاغوت کے لفظ پر بحث بقرہ اور آلِ عمران دونوں کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ یہاں قرآن نے فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ کہہ کر خود واضح فرما دیا کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

یہ آیت اہلِ ایمان کی حوصلہ افزائی کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہلِ ایمان کی جنگ خدا کی راہ میں ہوتی ہے اور خدا ان کے سر پر ہوتا ہے۔ برعکس اس کے اہلِ کفر کی جنگ شیطان کی راہ میں ہوتی اور شیطان ان کے سر پر ہوتا ہے۔ گویا مقابلہ اصلاً رحمان اور شیطان کے درمیان ہوتا ہے۔ چونکہ خدا نے شیطان کو بھی ایک محدود دائرے کے اندر مہلت دی ہے اس وجہ سے وہ اپنے حامیوں کو کچھ چالیں بتاتا اور سکھاتا ہے لیکن آخر خدا کے کید متین کا مقابلہ وہ

باقی ص۱۶ پر

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

اِسلامی تصوّف

فصل اوّل

تمہید

> ذیل کا مضمون پروفیسر صاحب کی زیرِ تصنیف کتاب "تاریخ تصوف" کا ایک باب ہے

صوفیہ کی وجہ تسمیہ قول راجح جس پر اکثر صوفیہ کا اتفاق ہے۔ یہ ہے کہ یہ لفظ "صوف" سے مشتق ہے۔ چونکہ اکثر صوفیہ، صوف (اون) کا لباس پہنتے تھے اس لئے لوگ انہیں صوفی کہنے لگے، چنانچہ طاؤس الفقرا شیخ ابونصر سراج اپنی مشہور تصنیف "کتاب اللمع" میں ص۲۱ لکھتے ہیں "صوفیہ کو ان کے لباس ظاہری کی بناء پر صوفی کے لقب سے نسبت دی گئی۔ وہ لوگ اون کا لباس اس لئے پہنتے تھے کہ صوف کا لباس پہننا اکثر نبیوں، ولیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا امتیازی نشان رہا ہے۔"

اس خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ایران میں صوفیوں کو "پشمینہ پوش" بھی کہتے تھے چنانچہ حافظ شیرازی لکھتے ہیں :-

سرمست در قبائے زرافشاں چو بگذری ؛
یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن !

تصوف کا مفہوم لغوی معنی تو ہیں صوف کا لباس پہننا لیکن اصطلاحی معنی ہیں نفس کا تزکیہ و تجلیہ کرنا تاکہ آئینۂ قلب میں "عکس رُخِ یار" منعکس ہو سکے۔ مزید تشریح آئندہ اوراق میں درج کی جائے گی۔

تصوف کی دو قسمیں جو تصوف مسلمانوں میں شائع ہوا، اس کی دو قسمیں ہیں
(۱) اسلامی تصوف جو قرآن و حدیث اور آثار صحابہؓ سے ماخوذ ہے۔
(۲) "تصوف اسلامی ایرانی" یا واضح تر اور صحیح تر الفاظ میں غیر اسلامی تصوف جسے اس لوکل سے

ملہ یہ ترکیب ایک ایرانی شیعی مسمّی "مہدی توحیدی پعد" نے وضع کی جس نے عارف جامیؒ کی مشہور کتاب نفحات الانس کو اپنے مقدمے کے ساتھ مدون و مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے عنوان میں وہ لکھتا ہے "تصوف اسلامی ایرانی دارائے اصالت حامی است ...... زیرا اصول طریقت تصوف در بسیارے

(بقیہ اگلے صفحے پر)

امی تصوّف

صل اوّل

ید

فیسر صاحب کی زیر تصنیف
صوف" کا ایک باب ہے

صوفیہ کا اتفاق ہے۔ یہ ہے کہ یہ لفظ "صوف" سے مشتق
رف (اون) کا لباس پہنتے تھے اس لئے لوگ انہیں صوفی
اپنی مشہور تصنیف "کتاب اللمع" میں ص۲۱ لکھتے ہیں "صوفیہ
ب سے نسبت دی گئی۔ وہ لوگ اون کا لباس اس لئے
لیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا امتیازی نشان رہا ہے"۔
ی ہوتی ہے کہ ایران میں صوفیوں کو "پشمینہ پوش" بھی کہتے

ے زرافشاں چو بگذری !
افظ پشمینہ پوش کن !

ف کا لباس پہننا لیکن اصطلاحی معنی ہیں نفس کا تزکیہ و
ے میں "عکس رخ یار" منعکس ہو سکے۔ مزید تشریح آئندہ

ں میں شائع ہوا، اس کی دو قسمیں ہیں
ت جو قرآن و حدیث اور آثار صحابہؓ سے ماخوذ ہے۔
ریح تر الفاظ میں غیر اسلامی تصوف جسے اس نوٹ سے

جیدی بعد" نے وضع کی جس نے عارف جامیؒ کی مشہور کتاب
ب کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے عنوان میں وہ لکھتا ہے
می است .... زیرا اصول طریقت تصوف در بسیارے
(بقیہ اگلے صفحے پر)

تشبیہ دے سکتے ہیں جس کے لیبل پر شربت گلاب لکھا ہو مگر اندر عرق، بھنگ و افیون بھرا ہوا ہو۔

بدقسمتی سے تصوف کے مخالفین نے (جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر کے شریک ہیں) اسلامی تصوف پر اعتراض کرتے وقت غیر اسلامی تصوف کو مدنظر رکھا اور اس طرح حق و صداقت ہی کا خون نہیں کیا بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو تصوف کی برکات سے محروم رکھا۔ ان نادان دوستوں نے نتائج کو مدنظر رکھے غیر اسلامی تصوف کے اور ہدف بنایا اسلامی تصوف کو۔ تصوف سے بدظن کرنے کے لئے ان حق ناشناسوں نے تصوف کی اسلامی اور غیر اسلامی قسم کو یکسر نظرانداز کر دیا مثلاً انہوں نے کمال دلسوزی کے ساتھ یہ کہنا شروع کیا کہ

(۱) تصوف کا سرچشمہ غیر اسلامی تصورات و عقائد و افکار ہیں۔
(۲) تصوف بنی نوع آدم کے لئے بمنزلہ افیون ہے۔
(۳) تصوف، زندگی کے حقائق سے گریز کی تعلیم دیتا ہے۔
(۴) تصوف نے مسلمانوں کے قوائے عملی کو مردہ یا کم از کم ضعیف کر دیا۔
(۵) تصوف نے اباحتِ مطلقہ کا دروازہ کھول دیا۔
(۶) تصوف نے مشرکانہ عقائد کی اشاعت کی ہے۔

ان حضرات نے اس قسم کے جتنے اعتراضات کیے ہیں وہ غیر اسلامی یا عجمی تصوف پر تو وارد ہو سکتے لیکن اللہ کے فضل سے اسلامی تصوف کا دامن ان تمام اعتراضات سے پاک ہے۔ مسلمان یعنی حقیقی صوفیائے کرام نے ہر زمانے میں ان خرابیوں کی، جو غیر اسلامی تصوف کی وجہ سے رونما ہوئیں، نشاندہی بھی کی اور ان کے ازالے کی کوشش بھی فرمائی۔ اب ہم ان اعتراضات پر تنقید کرتے ہیں۔

(۱) نفس تصوف کا سرچشمہ غیر اسلامی نہیں ہے بلکہ غیر اسلامی تصوف کا سرچشمہ غیر اسلامی ہے یعنی بعض دنیا پرست اشخاص نے اپنے مقاصدِ مشؤمہ کی تکمیل کے لئے اسلامی تصوف کو اپنا آلۂ کار بنا لیا اور تصوف کے نام سے غیر اسلامی تصورات اسلامی تصوف میں داخل کر دیئے، اور اس "معجونِ مرکب"

موارد، با قوانین دین مبین اسلام معارض است۔

(ترجمہ) بے شک ایرانی تصوف جسے میں "غیر اسلامی تصوف" کہتا ہوں بہت سی بنیادی باتوں میں دین اسلام کے قوانین کے سراسر خلاف ہے۔

یہاں تک کہ ایک شخص ان عقائد کو تسلیم کر لینے کے بعد دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔ کما سیاتی ان شاء اللہ ۱۲۔

کو اسلامی کے نام سے فروغ دیا یا اسلامی تصوف کے پردے میں اپنے غیر اسلامی عقائد کی ترویج کی۔

اس تحقیقی جواب کے بعد ہم الزامی جواب دیتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک غیر مسلم بعض مسلمانوں کو خلاف اسلام عقائد کا اظہار کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور کسی مجلس میں یہ کہتا ہے کہ اسلام بعض مشرکانہ عقائد کی تعلیم دیتا ہے۔ اس پر ایک حامیٔ اسلام اس معترض سے دلیل طلب کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بعض مسلمانوں کو مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتے سُنا ہے تو وہ حامیٔ اسلام اس معترض کو یقیناً یہ جواب دے گا کہ جناب! آپ نے یہ نتیجہ غلط نکالا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے غیر اللہ کو پکارنا (خواہ وہ منادی رسول ہو یا نبی یا ولی یا فرشتہ) سراسر شرک ہے۔ اگر بعض اشخاص ایسا کرتے ہیں تو اس کی ذمہ داری اسلام پر عائد نہیں ہوتی۔

ٹھیک یہی جواب ہم دیتے ہیں کہ بعض جاہل یا نقلی یا جعلی یا ارباب غرض یا مکار صوفیہ کے مشرکانہ اقوال و افعال کی ذمہ داری اسلامی تصوف پر عائد نہیں ہو سکتی۔

الغرض تصوف کا سرچشمہ غیر اسلامی عقائد نہیں ہیں۔ ہاں غیر اسلامی یا ایرانی تصوف کا سرچشمہ غیر اسلامی عقائد ضرور ہیں۔ ہم بھی صاد کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے اعتراض (کہ تصوف بمنزلہ افیون ہے) کا جواب بھی یہی ہے کہ اسلامی تصوف ——— ہرگز افیون نہیں ہے۔ ہاں غیر اسلامی تصوف میں ایسی تعلیم ضرور دی گئی ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کی قوت عملی کمزور ہو جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص موجودہ زمانے کے مسلمانوں کے طرز حیات پر اسلام کو قیاس کرے اور کہے کہ اسلام انسان کو کاہلی، تن آسانی اور فرار کی تعلیم دیتا ہے تو آپ یہی جواب دیں گے کہ اسلام کو مسلمانوں کے اعمال پر قیاس مت کرو۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ تصوف کو صوفیوں کے اعمال پر قیاس مت کرو بلکہ تصوف کے پیشواؤں کی تصانیف کا مطالعہ کرو۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ حقیقی اسلامی تصوف کیا تعلیم دیتا ہے۔

فائدہ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۳۶ء میں پنڈت جواہر لعل نہرو نے جبکہ وہ روسی اشتراکیت (کمیونزم) کے سرگرم مبلغ تھے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ

"مذہب عوام کے حق میں بمنزلہ افیون ہے۔"

یہ فقرہ انہوں نے دراصل اپنے مرشد لینن (LENIN) سے سیکھا تھا جو اس فقرے کو اپنی ہر تقریر میں استعمال کیا کرتا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ روسی عوام کو مذہب سے متنفر اور برگشتہ کر دے میں نے پنڈت جی کے مضمون کا جواب لکھا اور اس میں یہی انداز بیان اختیار کیا تھا" کہ

کے پردے میں اپنے غیر اسلامی عقائد کی ترویج کی۔
ب دیتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک غیر مسلم بعض مسلمانوں کو خلاف
مجلس میں یہ کہتا ہے کہ اسلام بعض مشرکانہ عقائد کی تعلیم
، دلیل طلب کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بعض مسلمانوں
تو وہ حامیٔ اسلام اس معترض کو یقیناً یہ جواب دے گا
ایات کی رو سے غیر اللہ کو پکارنا خواہ وہ منادی رسول ہو
اص ایسا کرتے ہیں تو اس کی ذمہ داری اسلام پر

ل یا نقلی یا عقلی یا ارباب غرض یا مکار صوفیہ کے مشرکانہ اقوال
تی۔

نہیں ہیں۔ ہاں غیر اسلامی یا ایرانی تصوف کا سرچشمہ

جن ہے) کا جواب بھی یہی ہے کہ اسلامی تصوف
تصوف میں ایسی تعلیم ضرور دی گئی ہے جس پر
ہے۔
نظریات پر اسلام کو قیاس کرے اور کہے کہ اسلام
ہے تو آپ یہی جواب دیں گے کہ اسلام کو مسلمانوں کے
ف کو صوفیوں کے اعمال پر قیاس مت کرو۔ بلکہ
تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ حقیقی اسلامی تصوف کیا تعلیم دیتا ہے
عل نہرو نے جبکہ وہ روسی اشتراکیت (کمیونزم)
لکھا تھا کہ
ہے۔"
ت (LENIN) سے سیکھا تھا جو اس فقرے کو
تھا کہ روسی عوام کو مذہب سے متنفر اور برگشتہ کر دے
لکھا اور اس میں یہی انداز بیان اختیار کیا تھا کہ

بے شک بعض مذاہب بمنزلۂ افیون ہیں خصوصاً وہ مذہب جو مغرب میں مروج ہے، جس میں نجات کے لئے عمل صالح شرط نہیں ہے وغیرہ وغیرہ ...... لیکن دنیا میں ایک "مذہب" ایسا بھی ہے جو سراسر عمل بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا دوسرا نام ہے اور جہاد کہتے ہیں سعی و کوشش کو اور کوشش عمل کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے پنڈت جی کا نفس مذہب کو مطعون کرنا خلاف عقل بھی ہے اور دلیل جہالت بھی ہے۔ آج ۱۹۶۷ء میں یہی بات تصوف کے معترضین سے کہتا ہوں کہ آپ صاحبان کے جملہ اعتراضات غیر اسلامی تصوف (تصوف کے غیر اسلامی ٹائپ) پر تو بالکل بجا اور درست ہیں مگر دنیا میں ایک تصوف ایسا بھی ہے جو آپ کے اعتراضات کا ہدف نہیں بن سکتا اور وہ ہے اسلامی تصوف جو سراسر قرآن و حدیث و اسوۂ رسول اللہ اور اسوۂ صحابہؓ سے ماخوذ ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم دوسری فصل میں اپنے دعاوی کو ثابت کرتے ہیں۔

فصل دوم

اسلامی تصوف کے مآخذ

نفس مضمون کی اہمیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ میں اس بحث کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھتا مگر بخوف طوالت اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔

(۱) تصوف کی اصل بلکہ اصل الاصول، لقاءِ رب کی آرزو ہے۔ سالک یہ تمام مجاہدات، ریاضات، مراقبات، اسی لئے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کا دیدار کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مقصدِ حیات "دیدار یار" ہے[1]۔ یہ اصل اس آیت سے ماخوذ ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ	پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا آرزومند
عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ	ہو اسے لازم ہے کہ اعمال صالح بجالائے اور اپنے رب
رَبِّهِ أَحَدًا (۱۸-۱۱۰)	کی اطاعت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ۱۲

(۲) تصوف کے عناصر ترکیبی تین ہیں:۔ کامل توحید، کامل تقویٰ اور کامل محبت اور یہ تینوں عناصر قرآن سے مقتبس ہیں:۔

[1] چنانچہ فرمودہ مرشد رومیؒ: آدمی دید است باقی پوست است + دید آں باشد کہ دید دوست است۔
نیز گفت مرید ہندی: گفت دینِ عامیاں گفتم شنید + گفت دینِ عارفاں؟ گفتم کہ دید۔

(و) **کامل توحید:** سارا قرآن توحید کی تعلیم سے معمور ہے۔ بلکہ میری رائے میں قرآن کے نزول کی علت نمائی ہی تلقین توحید ہے کیونکہ قبل بعثتِ نبوی، خالص اور کامل توحید، دنیا سے مٹ چلی تھی۔ تمام اقوام عالم انسان پرستی[1] یعنی شرک میں مبتلا تھیں۔ تبرکاً "صرف ایک آیت درج کرتا ہوں

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ	بس وہی ہر شے کا اول ہے اور ہر شے کا آخر
وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ	ہے اور اسی شے کا ظاہر ہے اور ہر شے کا باطن ہے
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ	یعنی وہی وہ ہے اور وہ ہر شے کی ماہیت سے
(۵۷-۳)	آگاہ ہے۔

(ب) درس توحید کے بعد سارا قرآن تاکید تقویٰ سے بھرا پڑا ہے۔ بلکہ یہ قرآن صرف متقی افراد کے لئے ہدایت ہے۔ غیر متقی اس سے ہدایت یاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ متقی کو اللہ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے۔ صرف ایک آیت لکھتا ہوں۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا	بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں
وَالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (۱۶-۱۲۸)	اور محسن (بھی) ہیں

(ج) تصوف کا دار و مدار عشق یا محبت الٰہی پر ہے یعنی محبت ہی حصول مقصود کا واحد ذریعہ ہے یا حریم ناز تک پہنچنے کے لئے منزل نردبان ہے۔

صرف دو آیتیں لکھتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا	اور جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ محبت اللہ
لِّلّٰهِ (۲-۱۶۵)	ہی سے کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل اس آیت میں فرما دی تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ	(اے رسولؐ) مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ	اپنے باپ دادا اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ	رشتے دار اور وہ اموال جو تم نے (بڑی محنت سے)
ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ	کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے

[1] انسان پرستی کا مطلب یہی نہیں کہ کسی انسان کو سجدہ کیا جائے۔ قرآن کی رو سے اگر کسی انسان کو پکارا جائے یا اسے مشکل کشا یا حاجت روا سمجھا جائے تو یہ بھی انسان پرستی اور شرک ہے ۔ ۱۲

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ
اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا
حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝
(۹ - ۲۴)

سے تم بہت ڈرتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم
بہت عزیز رکھتے ہو اگر ان میں سے کوئی چیز تمہیں
ــ اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی
راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری یا زیادہ محبوب ہو
تو پھر انتظار کرو یہاں تک اللہ کا فیصلہ صادر ہو
جائے اور یاد رکھو کہ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں
دیا کرتا [1]

تصوف کے عناصر میں ربط باہمی

تصوف کے عناصر ترکیبی میں ربط باہمی کی تفصیل یہ ہے کہ (ا) محبت کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اس لئے تصوف جب انسان کو محبت کی تلقین کرتا ہے تو گویا اس کے فطری تقاضے کی تکمیل کا سامان مہیا کرتا ہے۔

(ب) چونکہ انسان اپنی کوتاہ بینی یا نادانی کی وجہ سے کسی نااہل ہستی کو بھی محبوب بنا سکتا ہے۔ اس لئے تصوف نے اسے آگاہ کیا کہ محبوب اسے بناؤ جو (۱) جمیل بھی ہو (۲) غیر فانی بھی ہو اور تمہاری محبت کا جواب بھی دے سکے اور ایسی ہستی صرف اللہ ہے۔

چونکہ کامل ترین ہستی صرف ایک ہی ہو سکتی ہے اس لئے تصوف توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ

(ج) تقویٰ کا مطلب ہے یہ دیکھتے رہنا کہ ایسی کوئی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے محبوب حقیقی ناراض ہو جائے۔ لغوی اعتبار سے تقویٰ کا مفہوم ہے محبوب کی نافرمانی سے بچنا۔ کیونکہ نافرمانی سے محبوب ضرور ناراض ہو جائے گا۔

الغرض سالک کی زندگی انہی تین اجزا سے مرکب ہوتی ہے۔

وہ محبوب حقیقی سے جو واحد لاشریک ہے۔ محبت کرتا ہے اور ہر وقت یہ دیکھتا رہتا ہے، (اسی کو مراقبہ اور محاسبہ کہتے ہیں) کہ کوئی قول یا فعل محبوب کی مرضی کے خلاف سرزد نہ ہو۔

---

[1] اسی لئے صوفی دنیا (یعنی عورت، دولت، زمین، باغات، مکانات اور تجارت) کی محبت کو اپنے دل سے بکلی خارج کر دیتا ہے اور اللہ کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور صرف صوفی ہی ایسا کر سکتا ہے اور جب ایک شخص ایسا کرتا ہے تو وہ خود بخود صوفی بن جاتا ہے ۱۲

(۳) تصوف قربِ الٰہی کی تلقین کرتا ہے۔ یا صوفی، قربِ الٰہی کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس کی یہ خواہش اس آیت پر مبنی ہے:-

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (۹۶-۱۹)	اے رسول سجدے کئے جایئے اور قربِ حق حاصل کئے جایئے

(۴) صوفی اللہ کی طرف راغب رہتا ہے یا تصوف رغبت الی اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ یہ تعلیم اس آیت پر مبنی ہے:-

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (۹۴-۷/۸)	پس اے رسول! جب آپ فرضِ منصبی یعنی تبلیغ اسلام سے فارغ ہوں تو عبادت میں محنت کیجئے اور اپنے رب کی طرف راغب رہیئے۔

بس اسی لئے صوفی بھی اللہ ہی کو اپنا مرغوب بناتا ہے۔

(۵) تصوف کا ثمرہ معیت الٰہیّہ ہے اور یہ بات بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ	اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔

یہ معیت عمومی ہے۔ کافر اور مومن دونوں پر حاوی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۵	بے شک اللہ ساتھ ہے ان لوگوں کے جو متقی بھی ہیں اور محسن بھی ہیں۔

یہ معیت خصوصی ہے۔ کفار اس نعمت سے محروم ہیں اور اس محرومی کے ذمہ دار وہ خود ہیں

(۶) تصوف کا دستور العمل یا طریق جسے اصطلاح میں تزکیۂ نفس کہتے ہیں قرآن ہی سے ماخوذ ہے اور تزکیہ نفس خود قرآن سے ثابت ہے۔

(ا) ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ	اللہ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے امیوں میں ایک عظیم المرتبت رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

(ب) تزکیہ نفس کا دستور العمل سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات میں درج ہے اس کے مطالعے سے واضح ہو جائے گا کہ صوفیہ صحیح معنوں میں متبع سنّت نبوی ہیں اور ان کی زندگی صحیح معنوں میں اسلامی زندگی ہے:-

یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۵ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۵ نِّصْفَہٗۤ اَوِ انْقُصْ	اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑا رہا کر رات کو مگر تھوڑی دیر کے لئے، آدھی رات یا اس میں سے بھی کم کر دیا کر

قرب الٰہی کا خواہاں ہوتا ہے اس کی یہ خواہش

ے رسولؐ سجدے کئے جایئے اور قرب حق حاصل کئے جایئے۔
عنت الی اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ یہ تعلیم اس

پس اے رسولؐ جب آپ فرض منصبی یعنی تبلیغ
اسلام سے فارغ ہوں تو عبادت میں محنت کیجئے
اور اپنے رب کی طرف راغب رہیئے۔

بناتا ہے۔
بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔
اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔

پر حاوی ہے۔
بے شک اللہ ساتھ ہے ان لوگوں کے جو متقی بھی
ہیں اور محسن بھی ہیں۔

سے محروم ہیں اور اس محرومی کے ذمہ دار وہ خود ہیں
میں تزکیۂ نفس کہتے ہیں قرآن ہی سے ماخوذ ہے

اللہ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے امیوں میں ایک
عظیم المرتبت رسول مبعوث فرمایا جو انہیں اس کی
آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا
ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

ندائی آیات میں درج ہے اس کے مطالعے سے واضح
یں انسان کی زندگی صحیح معنوں میں اسلامی زندگی ہے:۔
اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑا رہا کر رات کو مگر تھوڑی
دیر کے لئے۔ آدھی رات یا اس میں سے بھی کم کر دیا کر

مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ	یا کچھ بڑھا دیا کر۔ اور قرآن کو خوب آہستہ آہستہ پڑھا کر
الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا	تحقیق ہم ڈالنے والے ہیں تیرے اوپر ایک بھاری حکم کو (یعنی
سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝	تحقیق اٹھنا رات کا وہ بہت سخت ہے (موثر) نفس
اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ	کو کچلنے میں، اور بہت سیدھا کرنے والا ہے بات کو
اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝	(یعنی اس وقت دعا بھی ٹھیک دل سے نکلتی ہے)
اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا	تحقیق تیرے لئے دن میں (بسلسلۂ تبلیغ) بڑا مشغلہ
طَوِيْلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ	کریگا اور ذکر کر اپنے پروردگار کے نام کا اور اسی کا ہو رہ۔
رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ	سب سے ٹوٹ کر۔ وہ پروردگار ہے مشرق اور مغرب کا نہیں
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا	ہے کوئی معبود اس کے سوا پس بنا لے اسی کو اپنا کارساز
هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ وَاصْبِرْ	اور صبر کر اوپر ان باتوں کے جو (کافر) تیری نسبت کہتے
عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ	اور قطع تعلق کر ان سے وضعداری کے ساتھ اور چھوڑ
هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَ	دے مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال اور
الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَ	دولتمند لوگ ہیں (میں ان سے بھگت لونگا) اور انہیں
مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ (۷۳ - ۱۱۱)	تھوڑی سی مہلت دے۔

میں نے قصداً لفظی ترجمہ کیا ہے۔ اب ناظرین اس ترجمے کو غور سے پڑھیں انہیں خود معلوم ہو جائیگا کہ صوفیائے کرام نے سلوک کے تمام بنیادی اصول انہی آیات سے مستنبط کئے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) شیخ طریقت سالک کو حکم دیتا ہے کہ آخر شب میں اٹھو۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔
کھڑا رہا کر رات کو۔

(۲) اٹھ کر نماز تہجد پڑھو۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ میں مندرج ہے اور یہ حکم سورۂ مزمل کی آیت ۲ کی شرح ہے:۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ	اور رات کے ایک حصے میں نماز تہجد پڑھا کرو اور
نَافِلَةً لَّكَ ۖ	نمازیں تو فرض ہیں لیکن یہ تمہارے لئے نفلی نماز ہے

واضح ہو کہ یہ نماز فرض نہیں مگر جو شخص قرب ایزدی کا طالب ہو اس کے لئے اشد ضروری ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعے سے قرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) نماز تہجد میں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھو۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا	اور نہایت آہستہ آہستہ یعنی واضح طور پر قرآن پڑھ

اس آیت میں "رَتِّلْ" کے بعد ترتیل "کا لفظ تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی بہت رک رک کر قرآن پڑھو تاکہ معانی میں تدبر کر سکو جس کا ثمرہ یہ ملے گا کہ قرآن کے معانی ذہن نشین ہو جائیں گے اور اس کی بدولت باطن میں وہ انقلاب پیدا ہو جائے گا جو مقصود تلاوت ہے[۱]۔
اس کا ثبوت صحابہ کرام کی زندگیوں سے بخوبی مل سکتا ہے۔
ترتیل کے لفظی معنی ہیں الفاظ کا منہ سے درستی کے ساتھ بسہولت ادا کرنا آہستہ آہستہ واضح اور صاف طور پر پڑھنا۔ لیکن اس کے وہ معنی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہیں، کچھ اور ہیں جو ذیل کی حدیث سے واضح ہو سکتے ہیں۔

وقد روی الحسن ان النبی صلی	حضرت حسنؓ راوی ہیں کہ ایک دن حضور انور
اللہ علیہ وسلم مرّ برجل یقرأ آیۃً	صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے ہو
ویبکی، فقال: الم تسمعوا الی قول اللہ	کر گزرے جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا
تعالیٰ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" ھذا الترتیل"	اور رو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ
(تفسیر احکام القرآن لابن العربی جلد چہارم ص ۱۸۷۳)	کا یہ قول نہیں سنا کہ رتل القرآن ترتیلا ؟ یہی ہے ترتیل

اس حدیث سے ترتیل کا حقیقی مفہوم واضح ہو گیا یعنی ترتیل کا ماحصل مطلب یہ ہے کہ قاری اس طرح رک رک کر قرآن پڑھے کہ تدبر کر سکے یعنی معانی میں غور و فکر کر سکے اور جب وہ ایسا کرے گا تو معانی ذہن نشین ہو کر اس میں رقت کی کیفیت پیدا کر دیں گے۔

(۴) ذکر و فکر، مراقبہ، مجاہدہ، اوراد، اشغال اور جملہ لوازم سلوک سے مقصود صرف یہی ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو جائے۔ یہ مقصود اس آیت سے ثابت ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا	بے شک اٹھنا رات کا بہت موثر ہے نفس کو کچلنے
وَأَقْوَمُ قِيلًا ۵	میں اور اس وقت ذکر الٰہی دل سے بطریق احسن نکلتا ہے

(۵) شیخ طریقت سالک کو ذکر اسم ذات تلقین کرتا ہے یہ تلقین اس حکم (آیت) سے ماخوذ ہے۔

---

[۱] آج تلاوت سے وہ انقلاب اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ اکثر مسلمان تلاوت کے وقت نہ ترتیل کو ملحوظ رکھتے ہیں نہ تدبر کی زحمت گوارا کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ
(۶) تصوف میں تبتل کی تلقین کی جاتی ہے
وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

یہاں بھی امر (تبتل) کے بعد مصدر (تبتیل ...
قطع تعلق کر تبتل کا مادہ بتل ہے اور بتل کہتے ہیں ...

التبتل وھو عند العرب التفرد
ھو القطع ومعنی الایۃ انفرد
للہ ... فالتبتل المامور بہ الانقطاع
الی اللہ باخلاص العبادۃ ......
والتبتل المنھی عنہ ھو سلوک
مسلک النصاری فی ترک النکاح
(تفسیر احکام القرآن لابن العربی
جلد چہارم ص ۱۸۶۷ و ص ۱۸۶۸)

خلاصہ کلام اینکہ اسلامی تصوف میں تبتل سے ...
دنیوی سے قطع تعلق کرنا یا دنیا کو مقصود نہ بنانا بلکہ دنیا ...
(۷) سالک کو تلقین کی جاتی ہے کہ اللہ کو اپنا وکیل (کار ...
مثل اولاد، جائداد اور مادی تعلقات پر بھروسہ مت کر ...
فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔

(۸) سالک کو تلقین کی جاتی ہے کہ اغیار کے اعتـ...
کرے، اعتراض کرے، نہیں برا کہے یا تمہاری برا...
برداشت کرو کیونکہ اگر تم اس سے الجھے تو تمہارا مقصد فو...
لیلہ ہے تو وہ تمہاری طرف سے مدافعت کے لئے کافی ...
ماخوذ ہے
وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ — یعنی اپنے رب کے نام کو یاد کر۔

(۶) تصوف میں تبتّل کی تلقین کی جاتی ہے اور یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے:

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا — یعنی پورے طور سے تمام علائق مادی (دنیوی) سے قطع تعلق کر۔

یہاں بھی امر (تبتّل) کے بعد مصدر (تبتیل) لایا گیا ہے جس سے تاکید مراد ہے یعنی کامل طور سے قطع تعلق کر۔ تبتّل کا مادہ بتل ہے اور بتل کہتے ہیں قینچی سے کاٹ دینے کو۔ اس لفظ کی مزید تشریح یہ ہے۔

التبتل وھو عند العرب التفرد	تبتّل عربی زبان میں تفرد یا قطع کو کہتے ہیں۔ اور
ھو القطع و معنی الآیۃ انفرد	مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ کے لئے تفرد اور ماد یات
للّٰہ ... فالتبتل المامور بہ الانقطاع	سے قطع تعلق اختیار کر۔ پس جو تبتّل شریعت میں
الی اللّٰہ باخلاص العبادۃ	مقصود ہے یا جس کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لذات
والتبتل المنھی عنہ ھو سلوک	دنیوی سے قطع نظر کی جائے اور اللہ کی عبادت خلوص
مسلک النصاری فی ترک النکاح	دل کے ساتھ کی جائے اور جس تبتّل سے شریعت نے
(تفسیر احکام القرآن لابن العربی	منع کیا ہے وہ نصاریٰ کا تبتّل ہے یعنی نکاح (عائلی زندگی)
جلد چہارم ص۱۸۷۶، ۱۸۶۹)	کو ترک کر دینا۔

خلاصہ کلام اینکہ اسلامی تصوف میں تبتّل سے رہبانیت مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے۔ لذات دنیوی سے قطع تعلق کرنا یا دنیا کو مقصود نہ بنانا بلکہ دنیا میں رہنا مگر اس سے دل نہ لگانا۔

(۷) سالک کو تلقین کی جاتی ہے کہ اللہ کو اپنا وکیل (کارساز) بناؤ، صرف اسی پر بھروسہ کرو۔ اپنی دولت مال اولاد، جائداد اور ساری تعلقات پر بھروسہ مت کرو۔ یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔

(۸) سالک کو تلقین کی جاتی ہے کہ اغیار کے اعتراضات پر صبر کرو یعنی اگر کوئی شخص تم پر طعن و طنز کرے، اعتراض کرے، تمہیں برا کہے یا تمہاری برائی کرے تو تم اس کی جفاؤں کو خاموشی سے برداشت کرو کیونکہ اگر تم اس سے الجھے تو تمہارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ جب تم نے اللہ کو اپنا وکیل بنا لیا ہے تو وہ تمہاری طرف سے مدافعت کے لئے کافی ہے۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

(۹) سالک کو حکم دیا جاتا ہے کہ مخالفین سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ مگر لڑ بھڑ کر نہیں، بد کلامی کے بعد نہیں۔ بلکہ خوبصورتی کے ساتھ۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے :۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا — ان سے عمدگی کے ساتھ کنارہ کش ہوجا۔

(۱۰) سالک کو تاکید کی جاتی ہے کہ جو لوگ تمہاری تکذیب یا تردید کریں تم خود ان سے بحث مباحثہ مت کرو۔ کیونکہ تمہاری توجہ مقصود سے ہٹ جائے گی۔ لوگوں سے الجھنا، مناظرہ کرنا، مقابلہ کرنا۔ یہ سب باتیں تمہارے حق میں مضر ہیں۔ یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے :۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ

یہ اسلامی تصوف کے دس بنیادی اصول ہیں اور سب کے سب قرآن کی مذکورہ بالا آیتوں سے ماخوذ ہیں۔

واضح ہو کہ یہ سورت ترتیب نزول کے اعتبار سے دوسری یا تیسری ہے اور اس بات پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے نفوس کا تزکیہ کرو۔ کیونکہ تزکیۂ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہو سکتا اور جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان نہ جہاد فی سبیل اللہ کر سکتا ہے یا انفاق فی سبیل اللہ کر سکتا ہے اور اسلام انہی دو چیزوں کا نام ہے۔

(ا) اللہ کہتا ہے کہ اپنا مال میری راہ میں خرچ کرو۔ لیکن نفس انسان سے کہتا ہے کہ اگر تم نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو تم مفلس ہوجاؤ گے اور تمہارے متعلقین (بیوی بچے) فاقے کریں گے لہٰذا جب تک نفس مغلوب نہ ہو اس وقت تک کوئی مسلمان اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف نہیں کر سکتا

(ب) اللہ کہتا ہے میری راہ میں جہاد (قتال) کرو۔ نفس انسان کو ورغلاتا ہے کہ اگر تو میدان جنگ میں گیا تو گمان غالب یہی ہے کہ مارا جائے گا اس صورت میں تیری بیوی اور تیرے بچے برباد ہو جائیں گے

الغرض تصوف کیا ہے؟ تزکیۂ نفس ہی کا دوسرا نام ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد چہارگانہ میں سے دوسرا مقصد ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۵)

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے امیوں میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث کیا جو (۱) ان میں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے (۲) اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے (۳) اور انہیں کتاب (۴) اور حکمت سکھاتا ہے۔

ضابطۂ تصوف تزکیۂ نفس کے علاوہ اسلامی تصوف میں جن جن باتوں کی تلقین کی جاتی ہے یا تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ بھی سب کی سب یا قرآن سے ماخوذ ہیں یا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے اخذ کی گئی ہیں۔

(۱) **بیعت کا سلسلہ**:۔ یہ طریق قرآن اور سنت دونوں سے ثابت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ	بلاشبہ جو لوگ آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت
اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ ط	کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں
(۴۸ - ۱۰)	(پیمانِ وفا باندھتے ہیں۔)
لَقَدْ رَضِیَ اللہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ	بیشک اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جسوقت
یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (۴۸ - ۱۸)	وہ بیعت کرنے لگے آپؐ سے اس درخت کے نیچے

(۲) **صحبتِ مرشد**:۔ اگر تزکیۂ نفس محض کتابوں سے ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ جاری نہ فرماتا۔ اپنی کتاب کسی شخص کی معرفت دنیا والوں کے پاس بھیجدیا کرتا۔ بس جس طرح صحابۂ کرامؓ نے رسولِ خدا سرکار دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر اپنے نفوس کا تزکیہ کیا۔ اسی طرح آیندہ نسلوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ایسے خاصانِ خدا پیدا ہوتے رہیں جو فنا فی الرسول ہو کر تزکیۂ نفوس کا مقدس فریضہ انجام دے سکیں۔

وجہ یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کا علم نہ کتابوں میں مذکور ہے اور نہ کتابوں کو پڑھ کر کوئی شخص تزکیۂ نفس کر سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ فنِ طبابت اور فنِ جراحت کا علم کتابوں میں مذکور ہے مگر آج تک (جالینوس کے زمانے سے لے کر آج تک) کوئی حکیم یا طبیب یا ڈاکٹر یا سرجن ایسا نہیں گذرا جس نے میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو۔ اور اطباء اور جراحوں کی صحبت میں بیٹھ کر اس فن کی عملی تربیت حاصل نہ کی ہو۔

بس اگر امراضِ جسمانی کے ازالے کے لئے کتابی علم کے علاوہ میڈیکل کالج میں پڑھنا اور سرجن کی نگرانی میں آپریشن کرنا، مہارت و حذاقت کے لئے شرطِ اولین ہے۔ تو امراضِ روحانی کے ازالے کے لئے روحانی کالج (خانقاہ) میں تربیت حاصل کرنا اور شیخِ کامل کی نگرانی (نگاہ) میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کرنا (مہارت حاصل کرنا) کیوں لازمی نہ ہو؟

ہر شخص کا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ دنیا کا کوئی فن (غواصی، جراحی، نجاری، طباخی، خیاطی، حلاجی، خطاطی) صاحبِ فن کی صحبت اٹھائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تزکیۂ نفس بھی ایک فن

تصوف

...اختیار کرو، مگر لڑ جھگڑ کر نہیں، بدکلامی کے
...ماخوذ ہے:۔
...سے عدگی کے ساتھ کنارہ کش ہو جا۔
...ب یا تردید کریں تم خود ان سے بحث مباحثہ
...لوگوں سے الجھنا، مناظرہ کرنا، مقابلہ کرنا۔ یہ
...سے ماخوذ ہے:۔

...رسب کے سب قرآن کی مذکورہ بالا آیت کی

...سے دوسری یا تیسری ہے اور اس بات، پر
...مانے نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم
...یونکہ تزکیۂ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہو
...فی سبیل اللہ کر سکتا ہے یا انفاق فی سبیل اللہ کر

...لیکن نفس انسان سے کہتا ہے کہ اگر تم نے اپنا
...اور تمہارے متعلقین (بیوی بچے) فاقے کریں گے
...ی مسلمان اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف نہیں کر سکتا
...س انسان کو ورغلاتا ہے کہ اگر تو میدانِ جنگ میں
...ت میں تیری بیوی اور تیرے بچے برباد ہو جائیں گے
...سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے

وہ اللہ ہی تو ہے جس نے امیوں میں ایک
عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ جو (۱) ان میں اللہ
کی آیات پڑھ کر سناتا ہے (۲) ان کے نفوس
کا تزکیہ کرتا ہے (۳) اور انہیں کتاب (۴) اور حکمت
سکھاتا ہے۔

ہے اور بہت مشکل فن ہے تو یہ فن کسی ماہر فن کی صحبت کے بغیر کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟
چراغ تو چراغ ہی سے جل سکتا ہے۔
جبھی تو علامہ اقبال مرحوم نے اس زمانے کے مغرب زدہ اور فلسفہ زدہ مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے

کیمیا پیدا کن از مشت گلے ! ـــ بوسہ زن بر آستان کاملے !

یعنی اے مسلمان تو کیا ہے؟ ایک مشت گل ہی تو ہے، اگر تو مٹی ہی رہا تو ایک دن مٹی میں مل کر فنا ہو جائے گا۔ اس لئے میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ تو اس مشت گل (جسم یا شخصیت) کو کیمیا میں تبدیل کرے اور اس کی واحد صورت یہ ہے کہ کسی کامل کے آستانے کو چوم یعنی کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کر ـــ حجۃ الاسلام امام غزالی بھی یہی فرماتے ہیں کہ "دلوں کو چمکانے اور صیقل کرنے کا یہ علم کتابوں میں مدون نہیں ہے[1]"

(۳) خلوت :۔ شیخ طریقت سالک کو کچھ عرصے لئے خلوت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور صوفیائے کرام کے سوانح حیات کے مطالعے سے یہ ثابت ہے کہ ہر صوفی نے کچھ عرصے کے لئے خلوت اختیار کی ہے۔ اس کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا ثبوت خود سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے مل سکتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ قبل نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال تک غار حرا میں خلوت اختیار فرمائی تھی۔ خلوت کی اہمیت پر میرے مرشد اول لسان اکبر الہ آبادی مرحوم کا یہ ایک شعر کافی ہے۔

خدا کا کام دیکھو! بعد کیا ہے اور کیا پہلے!
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے!

اس سلسلے میں ان کے ایک عقیدت مند کا شعر بھی قابل غور ہے۔

صاحب تحقیق را جلوت عزیز
صاحب تخلیق را خلوت عزیز (جاوید نامہ)

(۴) اعتکاف :۔ شیخ طریقت بعض اوقات مرید کو اعتکاف کا حکم دیتا ہے اور یہ حکم بھی سنت نبوی سے ماخوذ ہے۔ ہر شخص جس نے سیرۃ النبی کا مطالعہ کیا ہے۔ اس بات سے واقف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرے میں مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ رابطہ قلبی پیدا کرنے کے لئے اعتکاف فی المسجد اکسیر کا خاصا

[1] افکار غزالی مولفہ مولانا محمد حنیف ندوی ص ۱۲۳

سکتا ہے جیسے تسک ہو تجربہ کر کے دیکھ
(۵) محبت یا عشق :۔ تصوف کی بنیاد ہی
ملک مصر کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح
کا تانا بھی عشق ہے اور پود بھی عشق ہے
ایک آیت لکھتا ہوں۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ
(۶) مراقبہ اور محاسبہ :۔ شیخ طریقت مرید
سے ماخوذ ہے۔
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
لِغَدٍ ۵ (۵۹ - ۱۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو محاسبہ کر
پر موقوف ہے جب تک مراقبہ نہ کیا جائے
(۷) مجاہدہ :۔ تصوف میں مجاہدہ شرط لازم
اور یہ شرط اس آیت سے ثابت ہے۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔

سچ کہا عارف شیرازی نے۔
تا زبر درد نتعم
عاشقی شیوۂ رندا

اور مرشد رومی کی رائے تو یہ ہے :۔
دور گردوں را زفیض عشق داں

سکتا ہے جسے شک ہو تجربہ کر کے دیکھ لے۔ سلوک تو سراسر عملی پروگرام ہے۔

(۵) محبت یا عشق: تصوف کی بنیاد ہی عشق الٰہی پر رکھی گئی ہے۔ جس طرح دریائے نیل کے بغیر ملک مصر کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح عشق کے بغیر تعلیم تصوف کا تصور نہیں ہو سکتا۔ تصوف کا تار بھی عشق ہے اور پود بھی عشق ہے۔[لہ] یہ بنیاد بھی قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے۔ صرف ایک آیت لکھتا ہوں۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ــــــ جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی محبت میں اشد ہیں۔

(۶) مراقبہ اور محاسبہ: شیخ طریقت مرید کو مراقبہ اور محاسبہ کا حکم دیتا ہے اور یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ	اور لازم ہے کہ ہر شخص یہ دیکھتا (غور کرتا) رہے کہ اس نے آئندہ کل (قیامت) کے لئے کیا توشہ آگے بھیجا ہے (یعنی کون کون سے اعمال صالحہ اس کے نامۂ اعمال میں مندرج ہیں۔)
یغد ۵　(۵۹ - ۱۸)	

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ محاسبہ، مراقبے پر موقوف ہے۔ جب تک مراقبہ نہ کیا جائے۔ محاسبہ نہ ممکن ہے۔

(۷) مجاہدہ: تصوف میں مجاہدہ شرط لازمی ہے کوئی سالک مجاہدے کے بغیر سلوک طے نہیں کر سکتا اور یہ شرط اس آیت سے ثابت ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔	اور جو لوگ ہم سے ملنے یا ہم تک پہنچنے کے لئے کوشش (مجاہدہ) کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنی طرف آنے والی راہیں دکھا دیتے ہیں۔

سچ کہا عارف شیرازیؒ نے۔

تا زبر درد تنعّم دبرد راہ بدوست
عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد

لہ اور مرشد رومیؒ کی رائے تو یہ ہے:-
دور گردوں را ز فیض عشق داں　　گر نبودے عشق بفسردے جہاں

(۸) ذکر و فکر: یہ شیخ طریقت مرید کو ذکر و فکر کا حکم دیتا ہے اور یہ تلقین ذکر و فکر، جس کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے، قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا ۝ (۳-۱۹۰ و ۱۹۱)	بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے (یہ وہ ہیں) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور غور و فکر کے بعد پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ کائنات بے فائدہ پیدا نہیں کی ہے۔

سالک کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ذکر کرتے رہو۔ یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۸-۴۵) اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نکتہ: مقصد حیات، فلاح دارین ہے۔ اور حصول فلاح کی صورت ذکر کثیر ہے اسی لئے صوفی ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے۔

ذکر کی اہمیت آئندہ واضح کی جائے گی۔ اس جگہ صرف اتنا بیان کرنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ:

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا (۱۸-۲۸)	اے رسول مت کہا مان اس شخص کا جسے ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔

جب اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون کو فرعون کے پاس بھیجا تو بوقت رخصت انہیں تاکید کی۔

اذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۝ (۲۰-۴۳)	جاؤ اور تیرا بھائی (فرعون کے پاس) میری نشانیاں لیکر اور دیکھنا! میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

یہی وجہ ہے کہ مرشد رومی نے متعدد مقامات میں ذکر و فکر کی اہمیت اور فضیلت کو واضح کیا ہے۔

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن — فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
ذکر آرد فکر را در اہتزاز — ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

اقبال نے بھی ذکر کی فضیلت واضح کر دی۔

فقر قرآن ؟ اختلاط ذکر و فکر — فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر۔

اسلام کا تعارف

تصنیف: وحیدالدین خاں، صفح...
ناشر: مکتبہ معاویہ، ۲۵...
قرآن مجید کے استدلال اور سائنس ک...
تعارف مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ...

شراب نوشی اور اسلام

مصنف: مولانا مفتی محمد یوسف ...
ناشر: فرزند توحید، بیت التوحید...
شراب کی حرمت کے احکام الٰہ...
سنت کی رو سے جس طرح ان کا نفاذ ہوا اور...
پر عمل ہوا، تمدنی اور معاشرتی زندگی پر شراب ک...
میں ذمہ داری۔ یہ اور اس طرح کے کئی اہم مبا...

سید کوئی قوم نہیں[1]

تصنیف: بابا میاں خاں، صفحات...
ملنے کا پتہ: تبلیغی مرکز دیلوے...
قرآن مجید کی رو سے ایمان و تقویٰ...
اور تحقیقی لحاظ سے سید کوئی ذات نہیں۔ سید...
یہ اور اس طرح کے بعض موضوعات اس کتا...
اگر اتفاق نہ بھی ہو تب بھی اس کے تمام مبا...

۱۔ عنوان بشکریہ صاحب صدق جدید

ہے اور یہ تلقین ذکر و فکر، جس کی اہمیت
ذ ہے۔
بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں لو
ت دن کے اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل والوں
ے لئے (یہ وہ ہیں) جو یاد کرتے ہیں اللہ کو
ھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمانوں
ور زمین کی پیدائش میں (اور غور و فکر کے بعد پکا
ٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ کائنات
ے فائدہ پیدا نہیں کی ہے۔
و سکے ذکر کرتے رہو۔ یہ تلقین اس آیت سے ماخوذ ہے
عیاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ۔
فلاح کی صورت ذکر کثیر ہے اسی لئے صوفی ہر

ت اتنا بیان کرنا کافی ہے کہ اللہ تعالے نے سرکار

ے رسول مت کہا مان اس کو جسکے کا جسے ہم نے
اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔
و فرعون کے پاس بھیجا تو بوقت رخصت انہیں

جاتو اور تیرا بھائی (فرعون کے پاس) میری نشانیاں
لیکر اور دیکھنا میری یاد میں سستی نہ کرنا۔
ذکر و فکر کی اہمیت اور فضیلت کو واضح کیا ہے۔
فکر اگر جامد بود، رو ذکر کن
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر۔

رسید کتب [۱]

اسلام کا تعارف

تصنیف: وحید الدین خاں، صفحات ۳۲، قیمت ۳۲ پیسے
ناشر: مکتبہ معادیہ، ۱/۱۱ بی ون ایریا، لیاقت آباد کراچی ۱۹

قرآن مجید کے استدلال اور سائنس کے انکشافات کی روشنی میں اسلام کا ایک عام فہم بنیادی تعارف مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے ایک مفید ذخیرہ معلومات۔

شراب نوشی اور اسلام

مصنف: مولانا مفتی محمد یوسف، صفحات ۸۸، قیمت ۷۵ پیسے
ناشر: فرزند توحید، بیت التوحید، ای/۳۷/۸۱ آصف کالونی کراچی

شراب کی حرمت کے احکام اللہ تعالے نے جس حکیمانہ تدریج سے نازل فرمائے۔ پھر قرآن و سنت کی رو سے جس طرح ان کا نفاذ ہوا اور جو سزائیں مقرر ہوئیں۔ خلافت راشدہ میں جس طرح ان پر عمل ہوا۔ تمدنی اور معاشرتی زندگی پر شراب کے اثرات اور موجودہ حکومت و معاشرے کی اس سلسلے میں ذمہ داری۔ یہ اور اس طرح کے کئی اہم مباحث اس کتاب کے اہم عنوانات ہیں۔

سید کوئی قوم نہیں

تصنیف: بوانا میاں خاں، صفحات ۱۲۸، قیمت سوا روپیہ
ملنے کا پتہ: تبلیغی مرکز ریلوے روڈ لاہور ۲

قرآن مجید کی رو سے ایمان و تقویٰ کے بالمقابل ذات اور نسب کی کوئی اہمیت نہیں تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے سید کوئی ذات نہیں۔ سید کے لفظ سے بعض لوگوں نے کس طرح غلط فائدہ اٹھایا یہ اور اس طرح کے بعض موضوعات اس کتاب کے سطح بحث ہیں۔ اس کتاب کی بعض آراء سے اگر اتفاق نہ بھی ہو تب بھی اس کے تمام مباحث مفید اور معلومات افزا ہیں۔

[۱] عنوان بشکریہ صاحب صدق جدید

وحدتِ اُمت

تصنیف: مولانا محمد شفیع۔ صفحات ۱۴۰ ــــــ قیمت سفید کاغذ ۸۰ پیسے و عام کاغذ ۶۰ پیسے
ناشر مکتبۃ المنیر، جناح کالونی، لائل پور
مفتی محمد شفیع صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اس مقالے میں افتراقِ امت کا تجزیہ کرنے کے بعد اس کی اصل وجوہات واضح کی ہیں پھر اس کا شافی حل پیش فرمایا ہے اور وحدت امت کے لیے مستقیم راہِ عمل پیش فرمادی ہے۔

تعلیمات اسلامیہ کا ماضی، حال اور مستقبل

مصنف، مولانا بشیر احمد حامد حصاری۔ صفحات ۶۰، قیمت ۶۲ پیسے
شائع کردہ، ندوۃ الطلبا الاسلامیہ پاکستان رحیم یار خاں ۔
یہ ایک تقریر ہے جسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے اس میں مولانا بشیر احمد حامد نے بڑی تفصیل کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے ماضی، حال اور مستقبل کا جائزہ پیش کیا ہے پھر علماء اسلام کا مرتبہ و مقام جیسا کچھ گرا ہے اسے پیش کیا ہے۔ ان تمام چیزوں کی اصل وجہ کا کھوج لگانے کے بعد اصلاحِ حال کی تدابیر پیش کی ہیں اور تعلیمات میں جن تبدیلیوں کی اور جس راہ عمل کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے وہ بالغ النظری کے ساتھ پیش کئے ہیں۔

ذکرِ اشرف رح

مرتبہ: پروفیسر محمد احمد ایم اے صفحات ۶۴ قیمت ۵۰ پیسے
مقام اشاعت: اسلامیہ کالج سکھر۔
پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں مولانا اشرف علی تھانوی رح کی تصانیف اور مواعظ میں سے ان کے جستہ جستہ حالات و مقالات نقل فرمائے ہیں جو بہت دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔

مودودی اور جمہوریت

تصنیف: حکیم محمد احمد سیالکوٹی، صفحات ۱۴، قیمت ایک روپیہ

ناشر: ادارہ معارف اسلامیہ، مبا...
مولانا محمد احمد صاحب نے اس کتا...
کی اپنی سابقہ تحریروں اور بعد کے موقف کا...
شخص اس قابل ہے کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے...
جمہوریت کی خرابیاں اسلامی نقطہ نظر سے وا...

سہل تجوید

مصنف، ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ حسینی...
ملنے کا پتہ: الحاج قاری سید عبدالرحیم ص...
محکمہ بلدیہ، بازار نورالاسرار حیدر آباد دکن ۲۴...
مولانا کلیم اللہ صاحب حسینی نے پہلے پہل...
انداز میں عربی زبان میں پیش کیا تھا بعد میں عام...
"سہل تجوید" کے نام سے شائع کیا۔ اس وقت...
بہت زیادہ آسان اور دلچسپ بن چکا ہے۔

قرأت سیدنا عاصم کوفی رح

تالیف: ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ حسینی...
...: الحاج قاری سید عبدالرحیم صاحب...
بازار نورالاسرار حیدرآباد دکن ۲۴ آندھرا پردیش...
پوری دنیا میں قرآن مجید سیدنا حفص کوفی رح کی...
آپ کے استاد ہیں جن کے شاگرد اول ابوبکر شعبہ رح...
بہت تھوڑا اختلاف ہے اگر اکٹھی کرلی جائے تو...
قرأت بن جاتی ہے اس کتاب میں یہی دونوں روا...
اور حفص رح کے حالاتِ زندگی بھی بالاختصار د...

قول المفید فی ذوق التجوید

ناشر: ادارہ معارف اسلامیہ، مبارکپورہ سیالکوٹ۔

مولانا محمد احمد صاحب نے اس کتاب میں اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے۔ مودودی صاحب کی اپنی سابقہ تحریروں اور بعد کے موقف کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑا ہے کہ آیا ایسا شخص اس قابل ہے کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے؟ آخر میں ایک مضمون بطور ضمیمہ شامل ہے جس میں جمہوریت کی خرابیاں اسلامی نقطہ نظر سے واضح کی گئی ہیں۔

سہل تجوید

مصنفہ: ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ حسینی، صفحات ۹۰، قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ: الحاج قاری سید عبدالرحیم صاحب، استاد دارالقرآن والدینیات الکلیہ قریب محکمہ بلدیہ، بازار نور الامراء حیدر آباد دکن ۲۴ (آندھرا پردیش)

مولانا کلیم اللہ صاحب حسینی نے پہلے پہل "سراج الترتیل" کے نام سے تجوید کو عام فہم اور دلچسپ انداز میں عربی زبان میں پیش کیا تھا۔ بعد میں عام ضرورت کے تحت اختصار کے ساتھ اردو زبان میں "سہل تجوید" کے نام سے شائع کیا۔ اس وقت اس کا چھٹا ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔ یہ پہلے سے بہت زیادہ آسان اور دلچسپ بن چکا ہے۔

قرأت سیدنا عاصم کوفیؒ

تالیف: ڈاکٹر قاری سید کلیم اللہ حسینی، صفحات ۵۶، قیمت ۵۰ پیسے

پتہ: الحاج قاری سید عبدالرحیم صاحب، استاد دارالقرآن والدینیات الکلیہ قریب محکمہ بلدیہ بازار نور الامراء حیدر آباد دکن ۲۴ (آندھرا پردیش)

پوری دنیا میں قرآن مجید سید حفص کوفیؒ کی روایت سے لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ امام عاصم کوفیؒ آپ کے استاد ہیں جن کے شاگرد ابو بکر شعبہؒ ہیں۔ گویا دونوں شاگردان رشید کی روایت جس میں بہت تھوڑا اختلاف ہے اگر اکٹھی کر لی جائے تو ان کے استاد امام عاصمؒ کوفی کی قرأت بن جاتی ہے۔ اس کتاب میں یہی دونوں روایتیں شامل ہیں۔ ابتدا میں امام عاصم کوفیؒ شعبہؒ اور حفصؒ کے حالات زندگی بھی بالاختصار دے دیئے گئے ہیں۔

قول المفید فی ذوق التجوید

رسید کتب

۔۔۔ قیمت سفید کاغذ ۸۰ پیسے، خام کاغذ ۶۰ پیسے

۔۔۔ کی محتاج نہیں ہے۔ انھوں نے اس مقالے ۔۔۔ وجوہات واضح کی ہیں پھر اس کا شافی حل پیش ۔۔۔ پیش فرمادی ہے۔

۔۔۔ ۶۰، قیمت ۴۲ پیسے
۔۔۔ یار خاں۔

۔۔۔ ہے اس میں مولانا بشیر احمد حامد نے بڑی تفصیل ۔۔۔ کا جائزہ پیش کیا ہے پھر علماء اسلام کا مرتبہ و مقام ۔۔۔ ان کی اصل وجہ کا کھوج لگانے کے بعد اصلاح ۔۔۔ یوں کی اور جس راہ عمل کو اختیار کرنے کی ضرورت

۔۔۔ قیمت ۵۰ پیسے

۔۔۔ اشرف علی تھانویؒ کی تصانیف اور مواعظ میں ۔۔۔ یں جو بہت دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔

۔۔۔ قیمت ایک روپیہ

مؤلف قاری منیر احمد، صفحات ۴۸، قیمت ڈیڑھ روپیہ
یہ کتاب تجوید کا ذوق پیدا کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ ضخامت دیکھتے ہوئے قیمت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

سوانح حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

مرتبہ وحید احمد مسعود، ضخامت ۲۹۶ صفحات قیمت چھ روپے
پبلشرز پاک اکیڈمی ۱/۱۲ وحید آباد، کراچی ۱۹
بابا فرید الدین گنج شکر بہت بڑے صوفی بزرگ گذرے ہیں۔ وحید احمد مسعود صاحب نے ان کی سوانح حیات دلچسپ انداز میں پیش کر دی ہے جو بہت مفید ہے۔

مولانا محمد احسن نانوتویؒ

مؤلف: محمد ایوب قادری ایم۔ اے صفحات ۲۸۸ قیمت چار روپے
ناشر: اسمٰعیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بی ون ایریا ۱۷ لیاقت آباد کراچی ۱۹
مولانا محمد احسن نانوتویؒ کی نہایت مفید تالیفات و تراجم ان کی زندہ جاوید خدمات ہیں۔ مصنف کے حالات زندگی اگر سامنے نہ ہوں تو بہت سی تصانیف بے التفاتی اور بے توجہی کا شکار ہو جاتی ہے۔ محمد ایوب قادری صاحب نے نہایت محنت و جانکاہی سے یہ تذکرہ سلیس انداز میں لکھ کر ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

وارثان انبیاء سے خطاب

مرتبہ: مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی۔ صفحات ۱۱۲ قیمت درج نہیں۔
ناشر: عبدالواسع، ناظم نشر و اشاعت "ادارہ نعمانیہ" جسٹرڈ، گوجرانوالہ
اس کتاب میں علماء کرام کو مخاطب کر کے انہیں طمع دنیا سے بچنے، اپنی حقیقت پہچاننے اور صرف اللہ کے لئے کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ اس امت کے علماء نبیوں کے مانند ہیں۔ اس لئے انہیں پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اصلاحِ احوال کی کوشش کرنی چاہئے۔

هم سے طلب فرمائیے

---

*

تصانیف

مولانا امین احسن اصلاحی

★

تفسیر آیت بسم اللہ و سورۂ فاتحہ

بڑا سائز ، صفحات : ۳۶
هدیه : ۷۵ پیسے

★

دعوت دین اور اس کا طریق کار

صفحات: ۳۱۲ ، قیمت : ۳٫۷۵ روپے

*

تزکیہ نفس

صفحات: ۳۴۴ ، قیمت : ۶٫۰۰ روپے

*

اسلامی قانون کی تدوین

صفحات : ۱۶۰ ، قیمت : ۳ روپے
سستا ایڈیشن : ۲ روپے

★

عائلی کمیشن رپورٹ پر تبصرہ

صفحات : ۱۲۸، قیمت : ۲٫۲۵ روپے

*

تصانیف

مولانا حمیدالدین فراہی رح

★

مفردات القرآن

قیمت : ۱٫۳۰ روپے

★

جمهرة البلاغه

قیمت : ۱٫۵۰ روپے

★

اسباق النحو

حصہ اول : ۱٫۳۰ روپے
حصہ دوم : ۱٫۰۰ روپے

★

امثال

آصف الحکیم

قیمت : ۱٫۳۷ روپے

حضرت عائشہ صدیقہ رض	سلام اللہ صدیقی جونپوری	۱٫۰۰ روپیہ
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رض	,, ,, ,,	۱٫۴۰ ,,
تاجدار مدینہ کی شہزادیاں	,, ,, ,,	۱٫۱۵ ,,
حضرت عمر و بن العاص	,, ,, ,,	۲٫۹۰ ,,
اہلبیت اور اہلسنت	محمد سراج الحق مچھلی شہری	۱٫۱۵ ,,
اسلامی حکومت کے نقش و نگار	مولانا ظفیرالدین مفتاحی	۲٫۰۰ ,,
تحفۂ کربلا	محمد احمد الہ آبادی	۰٫۴۰ ,,
مولانا مودودی اور سیدنا عثمان غنی رض	محمد سراج الحق مچھلی شہری	۲٫۳۰ ,,

دارالاشاعت الاسلامیہ ، امرت روڈ ، کرشن نگر ، لاہور - ۱۰

Regd. No. L. 7360.

علوم قرآنی کا بیش بہا خزانہ

مولانا امین احسن اصلاحی

کی تفسیر

تدبرِ قرآن

جلد اول

مشتمل بر

مقدمہ وتفاسیر آیۂ بسم اللہ ، سورۂ فاتحہ ، سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران

پریس میں جا چکی ہے

سائز ۲۲×۲۹/۸ ، صفحات ۸٦۸ (علاوہ فہرست)

آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت

مضبوط و پائدار چرمی جلد کے ساتھ

ہدیہ ۳۰ روپے

(علاوہ محصولڈاک)

آرڈر جلد بک کرائیں

دار الاشاعت الاسلامیہ

امرت روڈ ۔ کرشن نگر ۔ لاہور نمبر ۱